مرد حاکم ہیں عورتوں پر (پ ۵ رکوع ۲)

مودودی حقائق

عورتوں کی سیاست و صدارت اور
مودودی و علماء اہلحدیث و دیوبند
کے کردار کی تاریخی دستاویز

تحریر مبارک

نائب محدث اعظم ﷫، زینت العلماء، پاسبان مسلک اعلیٰحضرت ﷫،
حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

باہتمام

مولانا ابوالخیر محمد الطاف قادری رضوی

پیشکش

انجمن انوار القادریہ
جمشید روڈ نمبر 3 کراچی فون
4934007 - 2435088

اس تصویر کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں کہ جماعت اسلامی کے بانی بھری جوانی میں انگریزوں کا پسندیدہ لباس پینٹ کوٹ پہنا کرتے اور ٹائی باندھا کرتے تھے۔ مسلمانوں کیا ایک عالم دین کو ایسا لباس پہننا جائز ہے۔ فیصلہ خود کیجیے۔

ابوالاعلیٰ مودودی --- ۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن اما بعد

بعض وقتی معاملات اور ہنگامی واقعات ایک خاص اہمیت و تاریخی حیثیت کے حامل بن جاتے ہیں۔ جن کا حالات پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اور اپنی اسی اہمیت کے باعث وہ بعض اہم اقدامات کے محرک ثابت ہوتے ہیں۔

ستمبر ۱۹۵۶ء میں نجدی وہابی حضرات کا ظالم و مشرک نہرو کو سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں بلا کر مَرْحَبًا نَہْرُوْ رَسُوْلُ السَّلَام کے نعرہ کے ساتھ استقبال اور جولائی ۱۹۵۷ء میں دیوبندی وہابی حضرات کا صدر بھارت راجندر پرشاد کو دیوبند میں بلا کر جلوس و تعظیمی قیام فقیر کی ایک جامع تصنیف "تاریخی حقائق" کی اشاعت کا محرک بنا۔ (تاریخی حقائق کا دوسرا ایڈیشن الحمدللہ انجمن انوار القادریہ کی جانب سے شائع ہو چکا ہے) جس نے خدا کے فضل سے تھوڑے ہی عرصہ میں قبولیت عام حاصل کی اور اہل علم و تحقیق کے حلقہ میں دلچسپی و پسندیدگی کے ساتھ پڑھی گئی اس کے بعد پچھلے دنوں (جنوری ۱۹۶۵ء میں) صدارتی انتخاب میں کتاب و سنت کے بالکل برعکس ایک عورت کی حمایت میں غیر مقلد و دیوبندی وہابی حضرات کا رویہ بالعموم اور نام نہاد جماعت اسلامی کے امیر مودودی وہابی کا کردار بالخصوص زیر نظر تالیف کا محرک ہوا۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز "تاریخی حقائق" کی طرح "مودودی حقائق" کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائیگا۔ اور علمی حلقوں میں دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اور کتاب مختصر ہونے کے باوجود مودودی صاحب کی پراسرار و مجموعہ و تضاد اور بر خود غلط ضال و مضل شخصیت اور ان کی جماعت کو سمجھنے اور اس کے استیصال و بیخکنی کرنے میں بہت مددگار ہوگی۔ اور مودودیت کے تابوت میں آخری میخ ثابت ہوگی۔ شدید مصروفیات کے باعث کتاب ہذا کو بہت تھوڑے مختصر وقت میں کتابت کرایا گیا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو ایک تو اس کی اشاعت میں نامعلوم کتنی تاخیر ہو جاتی اور دوسرے جمع شدہ مواد کے ضائع ہونے کا بھی خطرہ تھا۔ اس لئے کتاب کی ترتیب و کتابت کی طرف پوری طرح توجہ نہیں ہو سکی۔ لیکن اس خامی و کوتاہی کے افسوس کے ساتھ ہی یہ توقع ہے کہ حضرات قارئین اس کے مضامین کی اہمیت

وافادیت کے پیش نظر اس کوتاہی کو بہت زیادہ محسوس نہیں فرمائیں گے۔ اور اگر کوئی چیز خاص طور پر قابل اصلاح نظر آئی۔ تو اس کی نشاندہی فرما کر مشکور ہوں گے۔ یہ ہے کہ ہمارا مدعا محض "الحب للہ اور البغض للہ" ہے۔ ہمیں نہ ذاتی طور پر مودودی وغیرہ سے کوئی دشمنی و پرخاش ہے اور (خدا کی پناہ) نہ ہی کسی دنیادار و صاحب ثروت و اقتدار کی خوشنودی پیش نظر ہے۔ اس کتاب کا مقصد تالیف محض احقاق حق اور ابطال باطل و پیارے مصطفیٰ ﷺ کے بھولے بھالے غلاموں کو مذہبی بہروپیوں سے خبردار کرنا ہے اور بس۔

مودودی مذہب

(از جناب صابر بزاری کراچی)

تھی مدت سے یہ آرزو میری واللہ	ہو عریاں گریبان مودودی مذہب
جنہوں نے جڑیں دین کی کھوکھلی کیں	وہ ہیں فتنہ سامان مودودی مذہب
ہیں قعر ضلالت میں لاریب یارو	یہ حلقہ بگوشان مودودی مذہب
خوارج کے اور معتزلہ کے پیرو	ہیں سب ریزہ خواران مودودی مذہب
مئے نجدیت کے ہیں میخوار و ساقی	یہ قدح کشایان مودودی مذہب
سمجھتے نہیں یہ مسلمان کسی کو	سوائے محبان مودودی مذہب
نبی اور صحابہ بچے اور نہ صلحاء	یہ تنقید سلطان مودودی مذہب
سلام اور میلاد کا بھی ہے منکر	یہ غول بیابان مودودی مذہب
ملائک کو دیوی و دیوتا سمجھنا	ہے بس شان شایان مودودی مذہب
نیاز و نذر فعل ہیں مشرکانہ	یہ کہتے ہیں نادان مودودی مذہب
حدیث و فقہ کے مسائل ہیں بیجا	ہے چشم نگہبان مودودی مذہب
شہِ دو جہاں سے بھی لغزش بتائیں	معاذ اللہ ایمان مودودی مذہب
حقیقت ہے دجال کی اک فسانہ	یہ ہے صاف فرمان مودودی مذہب
جو کل تھا حرام آج جائز ہے توبہ	یہ ہے دین و ایمان مودودی مذہب
ابو جہل ہوتا اگر آج...... زندہ	تو ہو جاتا قربان مودودی مذہب
ضلالت کی تحریک ہے باخدا یہ!	خبردار...... یاران مودودی مذہب

"مودودی صاحب کی نگاہِ بصیرت"

"مودودی صاحب کی نگاہِ بصیرت کا کمال یہ ہے۔ کہ جدھر اٹھتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اسے کمزوریاں ہی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ انھوں نے اسلام پر غور کیا تو جاہلیت ہی جاہلیت نظر آئی۔ مسلمانوں کو دیکھا تو سب نسلی ہی دکھائی دیئے اصلی ایک بھی نظر نہ آیا۔ صوفیاء و مشائخ کو ملاحظہ فرمایا تو سب جاہلیت کے مصلے پر سر بسجود ملے۔ مجتہدین کو پرکھا تو ایک بھی اس قابل نہ نکلا کہ اس کے علوم و منہاج کی پابندی اختیار کی جائے۔ مجددین کو ٹٹولا تو ان میں بھی کوئی کامل نظر نہ آیا سب ناقص نامکمل ہی ثابت ہوئے۔ صحابہ کرام پر نظر ڈالی تو ان میں بھی لغزشیں اور غلطیاں موجود پائیں۔ بعض خلفاء راشدین پر نگاہ پڑی تو وہ بھی نااہل اور فرمان خدا اور رسول کے مخالف نظر آئے۔ کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ تو انہیں بھی بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب پایا۔ ایک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات باقی ہے جس تک ان کی نگاہ عیب جو کی رسائی محال نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتے اور اگر بفرض محال دیکھ پائیں تو غالباً بے تحاشہ بول اٹھیں کہ خدایا تیرا نظام حکومت درست نہیں انبیاء سے لیکر عوام تک ساری خدائی کی حالت بگڑی ہوئی ہے۔ اور تو یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ جس آئینہ پر ان کی نظر جمی ہوئی ہے۔ اس میں انہیں کوئی بے داغ و بے عیب نظر نہیں آتا۔ اب ہم وہی آئینہ ان کے آگے رکھ کر ان سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اسی آئینہ میں ذرا اپنی صورت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے اسلامی نظام اور حکومت الٰہیہ کے نعروں صالحیت اور اجتہادی بصیرت کے غلغلوں اور معرفت نفس و رمیہ باطن کے دعاوی کی اصلی صورت آپ کو نظر آجائے گی۔۔۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(آئینہ مودودیت ص ۲)

"مودودیت اور بدعت"

"معاصر فاران" بار بار دین خالص' ایمان خالص' توحید خالص کی طرف نشاندہی کر رہا ہے۔ مودودی صاحب کی عبارت کیا؟ اشارت کیا؟ ادا کیا؟ معاصر کے دل کو موہ چکی

ہے۔ اس دل باختگی کے عالم میں وہ اعلان پر اعلان کر رہا ہے۔ کہ "جاء الحق"

اس اعلان پر ہی وہ بس کرتے تو چنداں قابل اعتناء نہ تھا۔ مگر ایک فتنہ عظیم اور ابتلائے شدید جو پوری امتِ مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے وہ ان کے اس غلو آمیز اصرار سے نشوونما پا رہا ہے۔ کہ دین خالص کا سچا شارح ایمان خالص کا صحیح ترجمان' توحید خالص کا حقیقی مفسر' مودودی صاحب کو' ان کی طرح پوری امت مان لے۔ مسلمان صرف وہی ہے جو جماعت اسلامی سے عقیدۃً' قولاً' فعلاً' متفق ہو.......... اور اسلام وہی ہے جس پر مودودی صاحب کی مہر تصدیق ثبت ہو۔ قرآن وہی ہے جس کی ترجمانی مودودی صاحب کے "ترجمان القرآن" سے ہوتی ہے۔ خواہ مفسرین کے نزدیک وہ ترجمانی غلط ہی کیوں نہ ہو۔ احادیث وہی ہیں جو مودودی صاحب کے معیار ذوق پر پوری اترتی ہوں۔ خواہ محدثین کے نزدیک وہ احادیث وضعی ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جو ان کے معیار مزاج کے خلاف ہوں۔ وہ تمام احادیث ناقابل اعتناء ہیں۔ خواہ بطریق محدثین' وہ صحیح کیوں نہ ہوں۔ اس طرح کتاب و سنت ان کی تفہیم و تشریح کے ماتحت ہو کر رہ گئی۔ اور ان کی تفہیم و تشریح' ان کے مزاج کے ماتحت اور ان کا مزاج مین مزاج رسول ہو کر پوری امت کے لئے حجت ہو گیا۔ جو اس حجت کو نہ مانے وہ گمراہ ہے۔ تصوف ان کے نزدیک عجمیت' عیسائیت اور ہندوئیت اس لئے ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک وہ مبغوض ہے۔

میلاد شریف' ایصال ثواب' فاتحہ درود' بزرگان دین کے اعراس زیارت قبور' بدعت ہیں۔ ان کے نزدیک ہر بدعت' ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم پر منتہی ہے...... اس طرح وہ مسلمانوں کی غالب اکثریت کو بدعتی کہہ کر گمراہ اور جہنمی قرار دے رہے ہیں۔ اور اپنے اس مفسدانہ عقیدے کی بار بار تشہیر' مصلحانہ لب و لہجہ میں کرتے رہتے ہیں محض اس لئے کہ ان کے زعم میں' صرف وہ اور ان کے ہم خیال لوگ اسلامی جماعت کے افراد ہیں۔ باقی مسلمان جو اسلامی جماعت سے خارج ہیں غیر اسلامی جماعت کے افراد ہیں اور غیر مسلم ہیں۔ رسمی مسلمان ہیں۔ حقیقی مسلمان نہیں ہیں۔ کافر ہیں۔ مشرک ہیں۔ بدعتی ہیں۔ گمراہ ہیں۔ جہنمی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں قلم ہے۔ اور یہ نوکِ قلم اس برچھی کی انی سے زیادہ تیز اور زہر میں بجھی ہوئی ہے جو کسی دشمن اسلام کے ہاتھ میں ہو۔ اور مسلمانوں کے سینے اس کی آماجگاہ ہوں۔ ان کے منہ میں زبان نہیں۔ تلوار ہے۔ سلف

صالحین، متصوفین علمائے ربانیین، محدثین، متفقہین، متکلمین، مفسرین، عامۃ المسلمین، کوئی بھی ان کی جراحت لسانی سے محفوظ نہیں رہا۔ تلوار کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں۔ مگر زبان کے زخم ہمیشہ ہرے رہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں۔ (المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ) مگر یہ کتنی بڑی بدبختی اور شقاوت ہے کہ یہ مدعیان اسلام، جن کے ہاتھ میں قلم ہے اور اہل قلم کہلاتے ہیں۔ اور یہ "دین خالص" کے داعیان جن کے منہ میں زبان ہے۔ اور اہل زبان کہلاتے ہیں۔ ان کا سارا زور قلم، تمام طاقت لسانی، مسلمانوں کو جہنمی قرار دینے میں لگی ہوئی ہے۔ اسی طرح وہ مسلم سواد اعظم پر تحریری اور تقریری ناپاک حملے کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کی غالب اکثریت نہ تو ان کے ہاتھ سے محفوظ ہے۔ نہ ان کی زبان سے۔

علم و تحقیق کی بنا پر کسی مسئلے کو پیش کرنا اور بات ہے۔ مگر اپنی بات کو منوانے کے لئے ضد اور تعصب کے غلبے میں علم و تحقیق سے اعراض کرتے ہوئے دوسروں پر اعتراض کرنا انتہائی تنگدلی بلکہ سنگدلی ہے۔

تحقیقِ بدعت:

ماہر صاحب بار بار کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ دہراتے ہیں اور ان کے نزدیک اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب ہے کہ "بدعت" کی کوئی قسم حسنہ ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر "بدعت" بلا استثناء سیئہ ہے۔ گمراہی ہے۔ فرض کیجئے ہم ان کے کہنے سے حدیث شریف کا یہ مطلب مان لیں تو پھر حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (یعنی جس کسی نے کوئی اچھی سنت ایجاد کی تو اس کو نیا طریقہ جاری کرنے کا بھی اجر ملے گا۔ اور جو لوگ اس نئے طریقے پر عمل کریں گے۔ اس کا اجر بھی اس کو ملے گا۔ اسی طرح جس کسی نے کوئی برا طریقہ نیا جاری کیا۔ تو اس کا بار اس پر ہوگا۔ اور اس بری سنت پر جو لوگ عمل کریں گے۔ اس کا بار بھی اس کی گردن پر ہوگا۔"

اگر ہر بدعت گمراہی مانی جائے گی تو پھر سنت حسنہ اور سنت سیئہ کی تقسیم باطل ہو جائے گی۔ اور دونوں حدیثوں میں تعارض لازم آئے گا۔ کسی ایک حدیث کو ماننا اور دوسری کو قبول نہ کرنا بھی انکار حدیث ہے۔ پس دونوں حدیثوں میں توافق پیدا کرنا

چاہیے اور اصل میں توافق موجود ہے۔ تعارض' پہلی حدیث میں بدعت کے معنی نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے دوسری حدیث میں بدعت کے معنی متعین ہو گئے کہ کُلّ بِدعَۃٍ ضلالہ میں بدعت سے "سنت سیئہ" مراد ہے بدعت حسنہ جس کو علماء امت نے سنت الہدیٰ قرار دیا ہے۔ وہ اس بدعت سیئہ کی ضد ہے۔ جس کو سنت الضلالۃ کہنا چاہیے۔

جب صورت حال یہ ہو کہ بدعت کے معنی تک معلوم نہ ہوں۔ اور ہر بدعت کو مطلق گمراہی کہا جائے۔ تو نعوذ باللہ' سنت حسنہ اور سنت سیئہ کی تقسیم ہی خود بدعت ہوگی۔ اور اس طرح قول رسول ﷺ قول ماہر کے مقابلے میں ناقابل قبول قرار پاتا ہے۔ استغفر اللہ!

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رکعاتِ تراویح کا تعین کرنا اور ان کو باجماعت ادا کرنے کا طریقہ ایجاد کرنا ایک بدعت تھا۔ جس کی صراحت آپ نے نعمت البدعۃ ھذہ سے فرمائی ہے۔ اگر ہر بدعت گمراہی ہوتی تو آپ اچھی بدعت کو بری بدعت سے ممتاز کرتے ہوئے "نعمت البدعت ھذہ" کس طرح فرماتے...... ماہر صاحب ہمیں جواب دیں کہ کُلّ بدعۃ ضلالۃ والی حدیث کا مطلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو سمجھا اور سمجھایا اور جس بدعت پر ساری امت آج تک عمل پیرا ہے۔ وہ غلط ہے؟ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے فتوے کی رو سے (نعوذ باللہ) بدعتی ہوئے۔ اور ساری امت جو تراویح میں "بدعت عمری" پر اس وقت سے اب تک عمل پیرا ہے بدعتی ہوئی۔ گمراہ ہوئی' جہنمی ٹھہری (لاکھ بار خدا کی پناہ)

عہد رسالت میں نماز فجر کے وقت جو اذان ہوتی تھی اس میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوم کے جملے شاملِ اذان نہیں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے یہ جملے داخلِ اذان ہوئے۔ اور ساری امت نے اس بدعتِ حسنہ کو قبول کیا۔ جمعہ میں اذان ثانی کی بدعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے۔ اس بدعتِ حسنہ کو تمام امت نے قبول کر لیا۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں شواہد کی حیثیت سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے مودودی صاحب اور ماہر صاحب کے اس مزعومہ عقیدے کا ابطال ہوتا ہے۔ کہ ہر بدعت مطلق ضلالت: (گمراہی) ہے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ وہ ساری امت کو جہنم میں جھونکنا پسند کرتے ہیں۔ تاکہ جنت بلا

شرکت غیر سے صرف ان کی پارٹی کے لئے مخصوص (RESERVE) ہو جائے۔

ہم سوچتے ہیں کہ جنت میں اگر یہی مٹھی بھر افراد جانے والے ہیں۔ اور سواد اعظم کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جنت کو اتنا وسیع کیوں پیدا کیا کہ اس کی وسعت زمین اور آسمانوں کی وسعتوں سے ٹکر کھاتی ہے۔ جنت کی بیکراں وسعت جس سے ہمیں روشناس کیا گیا ہے۔ وہ رحمت الٰہی کی وسعت کا تصور بھی ہمیں عطا کرتی ہے اور شفاعت رسالت پناہی کا عقیدہ بھی استوار کرتی ہے۔ اگر اللہ کی رحمت اور حضور ﷺ کی شفاعت' پر اعتماد نہیں ہے۔ تو پھر ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص محض اپنے حسن عمل کے بدلے میں جنت کا مستحق ہوگا۔ تو پھر یہ حال ہوگا کہ:

ع فردا بینی بہشت چوں کف دست

(ماہنامہ تاج کراچی نومبر ۱۹۶۴ء ص ۵)

"مودودی اور عورت کی صدارت"

"مودودی" صاحب اور ان کی نام نہاد "جماعت اسلامی" نے اپنے لٹریچر میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا تھا۔ کہ عورت کو "سیاست" میں لانا اور مجلس شوریٰ و قانون ساز اداروں کی رکنیت کا حق دینا مغربی قوموں کی اندھی نقالی اور کتاب و سنت۔ قرون خیر و اصول اسلام کے قطعاً خلاف ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان کی چند تصریحات درج ذیل ہیں۔ فرماتے ہیں۔ "اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ مرد عورتوں پر قوام ہیں اور لن یفلح قوم و لوا امرھم امرءۃ— وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے معاملات ایک عورت کو سپرد کرے۔ (بخاری) یہ دونوں نصوص اس باب میں قاطع ہیں۔ کہ مملکت میں ذمہ داری کے مناصب (خواہ وہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوریٰ کی رکنیت یا مختلف محکموں کی ادارت) عورتوں کے سپرد نہیں کئے جا سکتے۔ اس لئے کسی اسلامی ریاست کے دستور میں عورتوں کو یہ پوزیشن دینا یا اس کے لئے گنجائش رکھنا نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ اور اطاعت خدا و رسول کی پابندی قبول کرنے والی ریاست اس خلاف ورزی کی سرے سے مجاز ہی نہیں ہے۔" (اسلامی دستور کی بنیادیں ص ۸۔ ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر ۵۲ء)

www.noorenabi.net

○ "عورتوں کی شمولیت کا دروازہ قرآن نے بند کر دیا ہے۔ مزید برآں ہمارے سامنے عہد نبوی و خلاف راشدہ کا تعامل موجود ہے۔ جو قرآن کی منشاء کی تعبیر کے لئے مستند ترین ذریعہ ہے۔ ہمیں تاریخ اور احادیث میں کوئی نظیر بھی ایسی نہیں ملتی کہ نبی ﷺ یا خلفاء راشدین نے کبھی عورتوں کو مجلس شوریٰ میں شامل کیا ہو"

(اسلامی دستور کی تدوین ص ۹۸ ترجمان القرآن جنوری ۵۳ء ص ۳۶)

○ "مجالسِ قانون ساز کی رکنیت کا حق عورتوں کو دینا مغربی قوموں کی اندھی نقالی ہے۔ اسلام کے اصول اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے اسلام میں سیاست اور انتظامِ ملکی کی ذمہ داری صرف مردوں پر ڈالی گئی ہے۔ اور یہ فرائض عورتوں کے دائرۂ عمل سے خارج ہیں" (دستوری تجاویز ص ۶)

○ "قرآن مجید کے صاف اور صریح حکم کی موجودگی میں اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں کونسلوں اور پارلیمنٹوں کی ممبر بنیں بیرون خانہ کی سوشل سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں۔ سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کریں۔ کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم پائیں مردانہ ہسپتالوں میں نرسنگ کی خدمت انجام دیں۔ ہوائی جہازوں اور ریل کاروں میں مسافر نوازی کے لئے استعمال کی جائیں اور تعلیم و تربیت کے لئے امریکہ وانگلستان بھیجی جائیں۔" (تفہیم القرآن سورۂ احزاب ص ۴۶)

○ "اللہ تعالیٰ جس طرزِ عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے۔ وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے۔ وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔ کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے۔ نہ کہ اس سے باہر الخ (احزاب ص ۴۸)

○ "رب العلمین کا صاف منشا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورتیں خواہ مخواہ اپنی آواز یا اپنے زیوروں کی جھنکار غیر مردوں کو نہ سنائیں۔ اور اگر بضرورت اجنبیوں سے بولنا پڑ جائے۔ تو پوری احتیاط کے ساتھ بات کریں۔ اسی بنا پر عورت کے لئے اذان دینا ممنوع ہے۔...... اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار انداز گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز نکالنے سے بھی روکتا ہے۔ کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے۔ کہ عورت اسٹیج

پر آکر گائے...... یا کلبوں اور اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں۔ اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں۔ یہ کلچر آخر کس قرآن سے برآمد کی گئی ہے۔ خدا کا نازل کردہ قرآن تو سب کے سامنے ہے۔ اس میں کہیں اس کلچر کی گنجائش نظر آتی ہو تو اس مقام کی نشاندہی کر دی جائے۔" (سورہ احزاب ص ۴۵)

مودودی عقیدہ	"نبی ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا" (رسائل و مسائل ص ۳۱) اس اسرائیل چرواہے کو بھی دیکھئے جس سے وادی مقدس طویٰ میں بلا کر باتیں کی گئیں (تفہیمات ص ۲۴۹)

واقعۂ جمل سے استدلال کا جواب

"حد یہ ہے۔ کہ جو مغرب زدہ افراد عورتوں کی بیرون خانہ سرگرمیوں اور سیاست میں دخیل ہونے کے جواز کے لئے اپنی کم فہمی اور کج طبعی کی بنا پر جنگ جمل میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی و اتفاقی طور پر شرکت سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ مودودی صاحب نہایت زوردار الفاظ میں ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عورت کی بیرون خانہ سرگرمیوں کے جواز میں بڑی سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا۔

لیکن یہ استدلال جو لوگ پیش کرتے ہیں۔ انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہ کا اپنا خیال اس بارے میں کیا تھا۔ حضرت عائشہ جب تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ پر پہنچتی تھیں۔ تو بے اختیار رو پڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا۔ کیونکہ اس پر انہیں اپنی وہ غلطی یاد آجاتی تھی۔ جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی۔" (سورہ احزاب ص ۴۶)

اسی سلسلہ میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔ "سیاست و ملک داری میں عورت کے دخل کو جائز ٹھہرانے والے اگر کوئی دلیل رکھتے تھے تو وہ بس یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا دعویٰ لے کر اٹھیں ...... مگر اول تو یہ دلیل اصولاً ہی غلط

ہے۔ اس لئے کہ جس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول کی واضح ہدایت موجود ہو۔ اس میں کسی صحابی کا کوئی ایسا انفرادی فعل جو اس ہدایت کے خلاف نظر آتا ہو۔ ہرگز حجت نہیں بن سکتا۔ صحابہ کی پاکیزہ زندگیاں بلاشبہ ہمارے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ مگر اس غرض کیلئے نہیں کہ ہم اللہ اور رسول کی ہدایت چھوڑ کر ان میں سے کسی کی انفرادی لغزشوں کا اتباع کریں۔ پھر جس فعل کو اس زمانے میں جلیل القدر صحابہ نے غلط قرار دیا تھا۔ اور جس پر بعد میں خود ام المومنین بھی نادم ہوئیں۔ اسے آخر کس طرح اسلام میں ایک نئی بدعت کا آغاز کرنے کے لئے دلیل قرار دیا جاسکتا ہے؟...... اس کے بعد جناب صدیقہ کے عمل میں آخر کیا دلیل باقی رہ جاتی ہے۔ جس کے بل بوتے پر کوئی صاحب علم یہ دعویٰ کرسکتا ہو۔ کہ اسلام میں عورتیں بھی سیاست اور نظم مملکت کی ذمہ داری میں شریک قرار دی گئی ہیں؟ رہے وہ لوگ جن کیلئے اصل معیار حق صرف دنیا کی غالب قوموں کا طرز عمل ہے۔ اور جنہیں بہر حال چلنا اسی طرف ہے۔ جس طرف انبوہ جارہا ہو۔ تو انہیں کس نے کہا ہے۔ کہ اسلام کو اپنے ساتھ ضرور لے چلیں؟ ان کا جدھر جی چاہے۔ شوق سے جائیں۔ مگر کم از کم اتنی راستبازی تو ان میں ہونی چاہئے۔ کہ جس مقتدا کے وہ اصلی پیرو ہیں۔ اس کا نام لیں۔ بلا دلیل اسلام کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کریں۔ جن سے خدائی کتاب اور اس کے رسول کی سنت اور قرون مشہود لہا بالخیر کی تاریخ صاف صاف انکار کررہی ہے۔" (ترجمان القرآن ستمبر ۵۲ء)

قلابازی:

یہ تھی مودودی صاحب کی اس وقت کی تبلیغ و تحقیق اور وعظ و نصیحت جب وہ مغرب زدہ ارباب اقتدار کے خلاف "جہاد" فرمارہے تھے۔ اور خود انہیں اقتدار کے حصول و حکومت میں دخیل ہونے کی چنداں امید نہیں تھی۔ لیکن ۱۳۸۴ھ اور ۱۹۶۴ء کے اواخر میں جب انہیں جگتو فرنٹ یعنی "متحدہ محاذ" کے کمیونسٹ کانگرسی لامذہب اور مغرب زدہ و فاسق و فاجر "دنیادار" لیڈروں کے ساتھ ہم نشینی کا "شرف" حاصل اور مس فاطمہ جناح کی بارگاہ میں "قرب" نصیب ہوا۔ اور صدارتی انتخاب کے موقعہ پر اپنی پگڑ دھکڑ کے خلاف موجودہ حکومت سے انتقام لینے اور صدر محمد ایوب خاں کے خلاف دل کا بخار نکالنے کا موقع ملا۔ اور حکومت میں دخل و اقتدار کے حصول و متوقع وزارت کی امید ہوئی۔ تو

انہوں نے اقتدار کے بھوکے مغرب زدہ لیڈروں ابن الوقت سیاسی شاطروں اور پیشہ ور "سیاستدانوں" کی طرح سب کچھ بالائے طاق رکھ کر فوراً قلابازی کھائی۔ اور عورت کی سیاست و صدارت کے جس دروازہ کو انہی کے بقول قرآن نے بند کر دیا تھا۔ مودودی صاحب نے پوری سینہ زوری کے ساتھ خود ہی وہ دروازہ کھولدیا۔

o اپنے ہی بیان کردہ اصولِ اسلام و نصوصِ صریحہ قطعیہ کے برعکس عورت کی صدارت و قیادت کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اور جو مردانہ مناصب اس کے سپرد نہیں ہوسکتے تھے۔ وہ خود اس کے سپرد کر دیے۔

o جس نصوصِ صریحہ قطعیہ کی خلاف ورزی کی ریاست بھی مجاز نہیں تھی۔ مودودی صاحب تنِ تنہا ان کی خلافِ ورزی کے مجاز بن گئے۔

o جس چیز کو وہ دوسروں کے لئے مغرب کی اندھی نقالی و پیروی قرار دیتے تھے۔ اسی اندھی نقالی و مغرب کی پیروی میں خود مبتلا ہوگئے۔

o جس چیز کی کوئی نظیر انہیں کتاب و سنت اور تاریخ و قرونِ خیر میں کہیں نہیں ملی تھی۔ وہی نظیر انہوں نے خود قائم کر دکھائی۔

o جو چیز عورتوں کے دائرہ عمل سے خارج تھی۔ اسے بطور ایک اہم فریضہ کے ان کے دائرہ عمل میں داخل کر دیا۔

o جس عورت کا گھر سے باہر نکلنا۔ "اذان" دینا۔ اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں شامل ہونا سب کچھ ممنوع و غیر اسلامی کلچر تھا۔ جس کی خدا کے نازل کردہ قرآن میں انہیں کہیں گنجائش نظر نہیں آتی تھی۔ اسی کلچر کی بتمام و کمال گنجائش انہیں خود ہی قرآن میں نظر آگئی۔ غرضیکہ اقتدار کی توقع اور مس فاطمہ جناح کی ایک ہی جھلک نے مودودی صاحب کے لئے جائز و ناجائز حلال و حرام اور محرم و غیر محرم کی تمام تفریق و حدود و قیود ختم کر دیں۔ اور جس شدومد کے ساتھ عورت کی صدارت و سیاست کو حرام و خلافِ اسلام ثابت کیا جاتا تھا۔ اس سے کہیں زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اسے حلال و عین اسلام ثابت کیا جانے لگا۔ اور مودودی جماعت تن من دھن کے ساتھ مس فاطمہ جناح کی صدارت کو ملک پر مسلط کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوگئی۔ اور مودودی صاحب کے "اندھے مقلدین" نے اتنا بھی نہ سوچا۔ کہ ایک چیز کو کل تک حرام کہنے والا حسبِ موقع

وحسب منشا اسلام میں ترمیم و تصرف فرما کر آج اسے حلال کر کے ہمیں کس طرف لے جارہا ہے۔ یہ نظامِ اسلام کے قیام کی راہ ہموار ہورہی ہے۔ یا فتنوں کا دروازہ کھول کر اسلام کے ساتھ بدترین تمسخر و زیادتی کی جارہی ہے۔ اور نظامِ اسلام کی آڑ میں مودودی کی "پرستش" ہورہی ہے۔ صدارتی انتخاب کے دوران کتاب و سنت کے صریحاً خلاف مودودی جماعت کو مس فاطمہ جناح کی صدارت کے حق میں سرگرمِ عمل دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے یہ لوگ نبیء عربی کی بجائے مودودی کے امتی ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ مودودی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ۔

مودودی صاحب کے اندھے مقلدین و نادان پیروکاروں نے عورت کی صدارت و حکومت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے زبان و قلم کا پورا زور صرف کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں صحیح و غلط طور پر غیر مقلدین و دیوبندی کانگریسی مولویوں کے متعدد نام نہاد فتووں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور اتنا بھی نہ سوچا کہ کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے نصوص صریح کے مقابلہ میں جب نہ ان نام نہاد فتووں کی کوئی وقعت ہے۔ اور نہ ہی یہ مودودی صاحب کی اپنی تصریحات کے مطابق ہیں۔ تو پھر اس قسم کی کوشش کرنا جہالت و حماقت اور اسلام دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟

مودودی کی رنگا رنگ بولیاں

مودودی صاحب نے اپنی عمر بھر کی کمائی لٹا کر صرف مس فاطمہ جناح کی صدارت کی حمایت پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس سلسلہ میں مزید حد سے تجاوز کرتے ہوئے ایک بے پردہ غیر صالحہ عورت کے متعلق زیادہ سے زیادہ مبالغہ سے کام لیا۔ کئی پینترے بدلے اور مختلف عجیب و غریب بولیاں بولیں۔ جن کی قدرے تفصیل حسب ذیل ہے۔ فرمایا۔

○ "محترمہ فاطمہ جناح کے انتخاب میں اس کے سوا کوئی قباحت نہیں ہے کہ وہ ایک خاتون ہیں۔ اس پہلو کے سوا باقی ہر حیثیت سے ان کے اندر وہ اوصاف موجود ہیں۔ جو ایک موزوں صدارتی امیدواروں کیلئے بیان کئے گئے ہیں۔" (ہفت روزہ شباب لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۴ء)

○ "اگر ایک طرف خاتون ہے۔ لیکن اس میں عورت ہونے کے سوا اور کوئی چیز نا قابل اعتراض نہیں۔ اور دوسری طرف ایک مرد ہے لیکن اس میں مرد ہونے کے سوا باقی ہر چیز

قابل اعتراض ہے۔ تو مرد کے مقابلہ میں عورت ہر طرح قابل قبول ہے۔" (شہاب 1-12-64)

o "عورت کے سربراہ مملکت ہونے میں حرج نہیں۔ یہ کہنا بھی غلط ہے۔ کہ عورت کی سربراہی میں جہاد کرنا یا حج کرنا۔ جائز نہیں" (شہاب 18-10-64)

o "ہماری صدارتی امیدوار مادرِ ملت فاطمہ جناح صدر ایوب سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔" (نوائے وقت 24-12-64)

o "موجودہ حالات و کوائف میں اپوزیشن کی طرف سے مس فاطمہ جناح کی جگہ کسی متقی پرہیزگار مرد کو صدارتی امیدوار بنایا جاتا۔ تو یہ گناہ ہوتا۔ (شہاب 3-1-65)

o "آج کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے۔ کہ صدر ایوب آئندہ انتخابی مقابلہ میں کامیاب ہوں یا محترمہ فاطمہ جناح؟" (کوہستان 26-10-64)

o "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ قضا کے تیر کی طرح محترمہ فاطمہ جناح سامنے آگئیں" (ہفت روزہ ایشیا لاہور ۷ دسمبر ۱۹۶۴ء)

o "عوام کو اس معاملہ میں غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اگر ان کی کوتاہی سے ان کے نمائندوں نے غلط فیصلہ کر دیا (مس فاطمہ جناح کو صدر منتخب نہ کیا) تو پھر خدا بھی رحم نہیں کرے گا۔" (ایشیا لاہور ۷ دسمبر ۱۹۶۴ء)

o "ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ مس فاطمہ جناح کو صدر منتخب کر کے موجودہ حکمرانوں کو آئینی طریق سے اقتدار سے علیحدہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر موقع اور کوئی عطا نہیں کر سکتا تھا۔" (نوائے وقت لاہور ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۴ء)

o یہ ہے مودودی صاحب کے "ملفوظات" کا ایک مختصر سا نمونہ۔ جن میں مس فاطمہ جناح کی قیادت و صدارت کو جائز اور انہیں ایک "بے عیب" و مجمع صفات خاتون۔ تیر قضا۔ مسٹر ایوب سے ہزار درجہ بہتر فضل خدا اور ان کے انتخاب کو وقت کا سب سے بڑا مسئلہ بلکہ فرض تک کہا گیا ہے۔ ان کا صدر منتخب نہ ہونا خدا کی رحمت سے محرومی کا باعث بتایا گیا ہے۔ اور خدا کی قدرت پر اس طرح حملہ کیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر موقع اور کوئی عطا نہیں کر سکتا تھا' حالانکہ اس سے پہلے کتاب و سنت کے نصوص اور مودودی صاحب کی تصریحات کی روشنی میں عورت کی مروجہ سیاست و صدارت کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا یہاں تک کہ جنگِ جمل میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی کو بھی

"انفرادی لغزش وغلط" فعل سے تعبیر کر کے یہ تحریر کیا گیا تھا۔ کہ "اسے کس طرح اسلام میں ایک نئی بدعت کے آغاز کرنے کیلئے دلیل قرار دیا جاسکتا ہے۔"؟

لیکن جب لیلائے وزارت" نے ایک جھلک دکھائی تو مودودی صاحب کے ہوش و حواس اڑگئے۔ اور جس چیز کو انہوں نے "اسلام میں ایک نئی بدعت" سے تعبیر کیا تھا۔ اسی بدعت کے سب سے بڑے اور پرجوش و سرگرم مبلغ و علمبردار خود بن گئے۔ اور مس فاطمہ جناح کو اپنا قائد و صدر تسلیم کر کے اسی بدعت کو فرض کے درجہ تک پہنچا کے چھوڑا۔

ع　بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بو العجبی است

اس صورتِ حال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ مودودی جیسا آدمی بایں مقام و دعویٰ جب اپنے ہی بیان کردہ اصولوں سے منہ موڑتا ہے۔ تو پھر کس طرح پھسلتا چلا جاتا ہے۔ اور ایک غلطی و گمراہی پر اصرار سے اسے پے در پے کتنی عظیم و کثیر غلطیوں اور گمراہیوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ایک عظیم انکشاف

یہاں اس بات کا ذکر خالی از دلچسپی نہیں ہوگا۔ کہ مودودی صاحب نے اپنی عمر بھر کی کمائی نوکر اور اپنے اصولوں کا گلا گھونٹ کر مس فاطمہ جناح کی حمایت و تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ یہ وہی مس فاطمہ جناح تھیں جنکی بے پردگی آزادی اور عورت کے شمع محفل بننے پر مودودی صاحب نے چند سال قبل بدیں الفاظ طعن و طنز اور اظہار افسوس و ملال کیا تھا۔ کہ "عوام کی ذہنیتیں...... جس تیزی کیساتھ متغیر ہورہی ہیں اور ہر محفل میں عورتوں کو پیش پیش رکھنے اور ان سے رہنمائی حاصل کرنے کا مذاق جس سُرعت کے ساتھ لوگوں میں ترقی کر رہا ہے۔ اسکا اندازہ صرف اس ایک بات سے کیا جاسکتا ہے۔ اسوقت جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں میرے سامنے "ڈان" (انگریزی اخبار) کا پرچہ پڑا ہوا ہے۔ اس میں حیدر آباد سندھ کی ایک انجمن کے جلسہ میلاد کی روئداد شائع ہوئی ہے۔ انجمن کا نام ماشاء اللہ "مجلس اسوۂ رسول" ہے۔ جلسہ بھی "میلاد النبی" کا ہے۔ لیکن آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ اس مجلس اسوۂ رسول نے اسوۂ رسول بیان کرنے کے لئے جس عالمہ کتاب وسنت اور پیکر اسوۂ رسول کو دعوت دی تھی۔

وہ مس فاطمہ جناح ہیں۔ چنانچہ اخبار نے غالباً موصوفہ کی پیروی اسوۂ رسول ہی کو نمایاں کرنے کے لئے ان کی تقریر کے ساتھ ان کی تصویر بھی شائع کی ہے۔ تاکہ مسلمان خواتین اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ کہ اسوۂ رسول یہ ہے۔ جن پر ملاؤں نے پردہ ڈال دیا تھا۔ اور جو پاکستان بننے کے بعد اب بے نقاب ہو کر سامنے آیا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ پردہ کرتی تھیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قائد اعظم کی بہن فاطمہ پردہ نہیں کرتی۔ ہمارے زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے ہمارے لئے قابل اتباع نمونہ قائداعظم کی بہن ہی کا ہے۔ نہ کہ رسول خدا کی بیٹی کا"

(ترجمان القرآن جولائی اگست ستمبر ۱۹۵۰ء ص ۱۱۱۔۱۱۵)

مس فاطمہ جناح کے نام کا "فتویٰ"

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز و دلچسپ انکشاف یہ ہے کہ پاکستان کے حالیہ صدارتی انتخاب سے قبل ۱۹۶۱ء میں جبکہ مارشل لاء کا مہیب دور تھا۔ اور آئین معطل و آمریت مطلقہ کی حکومت تھی۔ مودودی صاحب نے شخصی طور پر خاص مس فاطمہ جناح کے نام سے ان کے لئے عہدۂ صدارت کو خلاف اسلام قرار دیا تھا۔ اور مودودی صاحب کا یہ فتویٰ "بیسویں صدی میں اسلام" کے نام سے ایک کتاب میں شائع ہوا تھا۔ جس کے اہم اقتباسات مع سوال حسب ذیل ہیں۔

سوال...... "آج اگر محترمہ فاطمہ جناح صدارت کا عہدہ سنبھال لیں تو کیا اسلامی اصول پاکستان کے اسلامی نظام میں اس کی اجازت نہ دیں گے؟

مودودی صاحب کا جواب

"اسلامی حکومت دنیا کے کسی معاملے میں بھی اسلامی اصولوں سے ہٹ کر کوئی کام کرنے کی نہ تو مجاز ہے اور نہ وہ اس کا ارادہ ہی کر سکتی ہے۔ اگر فی الواقع اس کو چلانے والے ایسے لوگ ہوں جو اسلام کے اصولوں کو سچے دل سے مانتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں۔

عورتوں کے معاملے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اخلاقی معیار کے لحاظ سے بھی برابر ہیں۔ (آخرت میں اجر کے لحاظ سے بھی برابر ہیں) لیکن دونوں کا دائرہ عمل ایک نہیں ہے۔ سیاست اور ملکی انتظام اور فوجی خدمات اور

www.noorehabi...

اسی طرح کے دوسرے کام مرد کے دائرہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آنکھیں بند کر کے دوسروں کی حماقتوں کی نقل اتارنا عقل مندی نہیں ہے۔ اسلام اصولاً مخلوط سوسائٹی کا مخالف ہے اور کوئی ایسا نظام جو خاندان کے استحکام کو اہمیت دیتا ہو اس کو پسند نہیں کرتا کہ عورتوں اور مردوں کی مخلوط سوسائٹی ہو۔ مغربی ممالک میں اس کے بدترین نتائج ظاہر ہو چکے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے لوگ ان نتائج کو بھگتنے کے لئے تیار ہوں تو شوق سے بھگتتے رہیں لیکن آخر یہ کیا ضروری ہے کہ اسلام میں ان افعال کی گنجائش زبردستی نکالی جائے جن سے وہ شدت کے ساتھ روکتا ہے۔

اسلام میں اگر جنگ کے موقع پر عورتوں سے مرہم پٹی کا کام لیا گیا ہے۔ تو اس کے معنی یہ نہیں کہ امن کی حالت میں عورتوں کو دفتروں' کارخانوں' کلبوں اور پارلیمنٹوں میں لا کھڑا کیا جائے۔ مرد کے دائرہ عمل میں آکر عورتیں کبھی مردوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے کہ وہ ان کاموں کے لئے بنائی ہی نہیں گئیں۔ ان کاموں کیلئے جن اخلاقی اور ذہنی اوصاف کی ضرورت ہے وہ دراصل مرد میں پیدا کئے گئے ہیں عورت مصنوعی طور پر مرد بن کر کچھ تھوڑا بہت ان اوصاف کو اپنے اندر ابھارنے کی کوشش کرے بھی تو اس کا دہرا نقصان خود اس کو بھی ہوتا ہے اور معاشرے کو بھی' اس کا اپنا نقصان یہ ہے کہ وہ نہ تو پوری عورت رہتی ہے۔ نہ پوری مرد بن سکتی ہے۔ اور اپنے اصل دائرہ عمل میں جس کیلئے وہ فطرتاً پیدا کی گئی ہے۔ ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ معاشرے اور ریاست کا نقصان یہ ہے کہ وہ اہل کارکنوں کی جائے نااہل کارکنوں سے کام لیتا ہے۔ اور عورت کی آدھی زنانہ اور آدھی مردانہ خصوصیات' سیاست اور معیشت کو خراب کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اس سلسلے میں گنتی کی چند سابقہ مصروف خواتین کے نام گنانے سے کیا فائدہ؟ دیکھنا تو یہ ہے کہ جہاں لاکھوں کارکنوں کی ضرورت ہو کیا وہاں تمام خواتین موزوں رہ سکیں گی؟ ابھی حال ہی میں مصر کے سرکاری محکموں اور تجارتی اداروں نے یہ شکایت کی ہے کہ وہاں حیثیت مجموعی ایک لاکھ دس ہزار خواتین جو مختلف مناصب پر کام کر رہی ہیں۔ بالعموم ناموزوں ثابت ہو رہی ہیں۔ اور ان کی کارکردگی مردوں کی نسبت ۵۵ فیصد سے زیادہ نہیں۔ پھر مصر کے تجارتی اداروں نے یہ عام شکایت کی ہے کہ عورتوں کے پاس پہنچ کر کوئی راز' راز نہیں رہتا۔ مغربی ممالک میں جاسوسی کے جتنے واقعات پیش آتے ہیں۔ ان میں عموماً کسی نہ کسی طرح عورت کا دخل

ہوتا ہے۔ (ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۲ء (چودھویں صدی میں اسلام ص ۲۶۳)

مودودی صاحب کے اس فتویٰ کو بغور ملاحظہ فرما کر سوچئے۔ کہ کیا اس میں عورت و بالخصوص مس فاطمہ جناح جیسی باتصویر و بے پردہ عورت کیلئے اضطرار وغیرہ کے نام سے کسی وقت و کسی صورت و حالت میں بھی سیاست و صدارت کی کوئی گنجائش نکلتی ہے؟ کیا ۱۹۶۴ء کا انتخابی دور مارشل لاء کے دور سے زیادہ ہولناک و آمرانہ تھا؟ تعجب ہے کہ مودودی صاحب دوسروں کو غیروں کی حماقتوں کی نقل اتارنے اور اسلام میں زبردستی گنجائش نکالنے سے منع فرماتے ہیں۔ لیکن خود نہ اس کا ارتکاب کرنے سے شرماتے ہیں اور نہ ہی لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ سے خوف کھاتے ہیں۔ شاید ان کیلئے اسلامی حدود و قیود کی کوئی پابندی نہیں۔ یا ان کی ذات معاذ اللہ مجسم اسلام ہے۔ کہ کسی چیز کو جب چاہیں حرام فرمادیں۔ جب چاہیں حلال کردیں اور اس کے باوجود اس کے "اسلام" ہونے میں کوئی فرق نہ آئے۔

گویا یہ اسلام کے پیروکار نہیں بلکہ خود اسلام ان کا "پیروکار" ہے۔ کہ اسے موم کی ناک کی طرح جس طرف چاہیں گھماتے رہیں۔ کتنے ستم کا مقام ہے کہ وہی مس فاطمہ جناح ہیں۔ عورت ذات اور باتصویر و بے پردہ۔ مگر ان کے متعلق مودودی صاحب کا فتویٰ وہ نہیں رہا۔ جس کے باعث ۱۹۶۱ء میں مس فاطمہ جناح کی جو صدارت ناجائز و خلافِ اسلام تھی۔ وہ ۱۹۶۴ء میں نہ صرف جائز بلکہ عین اسلام و ایک اہم فریضہ بن گئی۔ کیوں؟ کیا اسلام کے قوانین بدل گئے۔ نہیں۔ کیا دین کے احکام منسوخ ہوگئے؟ نہیں۔ کیا معاذ اللہ! مودودی صاحب پر کوئی نئی وحی نازل ہوئی؟ نہیں۔ بلکہ محض اس لئے کہ مودودی صاحب کو متحدہ محاذ کے لیڈروں اور مس فاطمہ جناح کے تعاون سے "ایوانِ وزارت" سے ہمکنار ہونے کی موہوم سی امید پیدا ہوگئی۔ آہ! مودودی صاحب

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں آج کل نذر وزارت ہوگئیں

مودودی صاحب کی یہ روش دین کے نام پر سیاست کی دکان چمکانے، نفسانی اغراض و دنیاوی مقاصد کے حصول۔ ظاہر و باطن کے نفاق۔ قول و فعل کے تضاد۔ زبان و کردار کی ناموافقت دین کے ساتھ تمسخر و تلعب اور ان الوقتی و مفاد پرستی کی کتنی افسوسناک مثال ہے۔

www.noorehadees.net

ع جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ملک گیر رسوائی و رُوسیاہی

مودودی صاحب نے ساری عمر عورت کی بے پردگی اور سیاست و صدارت وغیرہ کے خلاف "جہاد" فرمانے اور اصول و دلائل کے انبار لگانے کے بعد ان پر عمل کے وقت جس طرح دیدہ دانستہ ان کی بے حرمتی و خلاف ورزی کی ہے۔ اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو ان کی دیگر گمراہیوں اور بد عقیدگیوں سمیت اس کی جو سزا انھیں آخرت میں ملے گی۔ وہ تو خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ لیکن دنیا میں بھی اصول اسلام کی بے حرمتی کے بدلے ان کے اپنے سابق رفقاء و مد مقابل حضرات کی زبانی ان کی جو ملک گیر رسوائی و رُوسیاہی ہوئی ہے انتہائی عبرتناک و ایک تاریخی مثال ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مودودی صاحب اس بات کو سمجھیں یا نہ سمجھیں بہر حال یہ حقیقت ہے کہ "اسلامی محاذ و اسلامی نظام" کی بجائے متحدہ محاذ و جمہوریت کی علمبرداری میں انھیں پے در پے ذلت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ وزارت و صدارت تو ان کے ہاتھ آئی نہیں اور ایمان کے تمام اصولوں کی قربانی اور عمر بھر کی کمائی۔ "دین و مذہب" کی بھی پوری طرح صفائی ہو گئی ہے۔ اور وہ مجسم طور پر۔ ع

"دیکھے مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہے"

کا نمونہ بن کر رہ گئے ہیں۔

پہلی شکست تو ان کی قیام پاکستان سے ہوئی۔

دوسری شکست اسوقت ہوئی جب ان کے متحدہ محاذ نے ان کے بغیر مس فاطمہ جناح کو پاکستان کی صدارت کی امیدوار منتخب کیا اور مودودی جماعت نے اس انتخاب کو کالعدم قرار دینے یا قطع تعلق کا اظہار کرنے کی بجائے اپنے اصولوں کی قربانی دے کر اس انتخاب کو قبول کر کے اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔

تیسری شکست صدر محمد ایوب کے بھاری اکثریت سے دوبارہ منتخب اور حزب

اختلاف و مودودی صاحب کی امیدوار کے ناکام ہونے سے ہوئی۔

چوتھی شکست اس وقت ہوئی۔ جب ان کی مخالفت کے باوجود متحدہ محاذ نے قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔

پانچویں شکست اس وقت ہوئی۔ جب متحدہ محاذ نے مودودی جماعت کو قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے ٹکٹ سے محروم رکھا۔ اور مودودی جماعت نے متحدہ محاذ کے امیدوار لاری صاحب کی حمایت سے انکار کردیا۔

چھٹی شکست اس وقت ہوئی۔ جب مودودی جماعت لاری صاحب کی "وضاحت" کے بعد دوبارہ ان کی حمایت پر مجبور ہوگئی۔

ساتویں شکست اس وقت ہوئی جب صدارتی انتخاب کے دوران مودودی صاحب نے "عورت کی صدارت" کے متعلق پیر صاحب دیول شریف کے مباہلہ و چیلنج سے راہ فرار اختیار کی۔

آٹھویں شکست اس وقت ہوئی۔ جب مودودی صاحب کی روش کے خلاف مودودی جماعت میں پھوٹ پڑگئی اور متعدد ارکان جماعت سے علیحدہ ہوگئے۔ تاآنکہ کوثر نیازی جیسا رکن بھی نہ صرف جماعت سے علیحدہ ہوا، بلکہ تمام "اندرونی رازوں" کو طشت ازبام کرکے مودودی جماعت کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوڑ دیا۔

نویں شکست اس وقت ہوئی۔ جب مودودی صاحب کی سابقہ روایات و تصریحات کے برعکس مس فاطمہ جناح کی حمایت کے لئے ہمہ تن مودودی بھی میدان سیاست میں آدھمکیں۔ اور مودودی صاحب کی "اندرونی" بیرونی سرگرمیوں کے باوجود مس جناح کامیاب نہ ہوسکیں۔

دسویں شکست اس وقت ہوئی۔ جب متحدہ حزب اختلاف نے قومی اسمبلی کے انتخابات کے برعکس جماعتی حیثیت سے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا۔

الغرض پے درپے ٹھوکریں کھانے اور ناکامیوں کا سامنا کرنے کے باعث مودودی صاحب ذلت و شکست کا مجموعہ بن گئے۔ اور پوری شان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے اس

ارشاد مبارک کی صداقت کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ کہ لَنْ یُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اَمْرَأَةً۔ "وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی۔ جس نے اپنا معاملہ عورت کو سپرد کیا۔" (بخاری شریف)

مودودی صاحب کی "زن مریدی" اور ان کی مسلسل قلابازیوں پر پاک و ہند کے مختلف مکاتب فکر کے اخبارات و رسائل نے جو تبصرے کیے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کا مختصر ذکر آرہا ہے۔ جس سے مودودی صاحب کو سمجھنا مزید آسان ہو جائے گا۔ اور ان کے اخلاق و دیانت' کمزوری کردار اور کج طبعی و فکر و نظر کی خرابی کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

سنئے

مودودی و بیگم مودودی کا کردار

"وہابیت کے "جدید ایڈیشن" مودودیت کے سربراہ مودودی صاحب آجکل ترقی معکوس کے موڈ میں ہیں۔ اور اسلام کے نام کی آڑ میں خوب زور' شور سے الٹی گنگا بہا رہے ہیں۔ ان کا "ماڈرن مولانا" ہونا تو پہلے ہی معلوم تھا۔ لیکن جب سے انہوں نے متوقع اقتدار کے حصول کے لئے اپنے بیان کردہ نصوص قطعیہ صریحہ اور اصول اسلام کو پس پشت ڈال کر ایک عورت کی قیادت کا قلادہ گلے میں ڈالا ہے اس وقت سے وہ پورے "سیاسی لیڈر" بن گئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے مفاد کے لئے اسلام کے خلاف کرنے کے باوجود بدستور اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں۔ بلا تکلف اپنی تصاویر کھنچواتے اور شائع کراتے ہیں۔ ہوٹلوں کی پارٹیوں میں شرکت فرماتے' اپنی داد واہ کرواتے' جلوس نکلواتے اور نعرے لگواتے ہیں۔ ان کے اجلاس میں تالیاں بجتی ہیں۔ اور ان پر مستزاد یہ کہ ان کی بیگم صاحبہ بھی امور سیاست میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہوئے مغرب زدہ لیڈروں کی بیگمات کی طرح بعض بے پردہ لیڈرانیوں کے ساتھ سیاسی اجتماعات میں شریک ہوتی اور لاؤڈ اسپیکر میں تقاریر و اخبارات میں بیان جاری فرماتی ہیں۔ اب مودودی صاحب اور دیگر مغرب زدہ سیاسی لیڈروں میں بظاہر صرف داڑھی کا فرق رہ گیا ہے۔ لیکن داڑھی رکھنے کے باوجود مودودی صاحب کے نزدیک "مولویانہ داڑھی" پہلے ہی کوئی ضروری چیز نہیں تھی۔ گذشتہ دنوں بیگم مودودی نے "اپوا" کے خلاف ایک مشترکہ بیان میں کہاں تھا۔ کہ "اپوا نے

ان رجعت پسند مولوی صاحبان کے بارے میں کوئی لب کشائی نہیں کی جنہوں نے یہ کہا ہے کہ خاتون سربراہِ مملکت نہیں بن سکتی یہ حضرات انصاف اور مساوات کے اسلامی اصولوں کے مطابق عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دینے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان دنوں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کا اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں رہ گیا۔ کہ ایک خاتون کو سربراہِ مملکت منتخب کریں۔ ان حالات میں ہم ان حقیقت پسند علماء کی حمایت کرتی ہیں۔ جو اس بات کے حق میں ہیں۔ کہ عورت کو پاکستان کا سربراہِ مملکت بنایا جا سکتا ہے۔" (نوائے وقت 24-10-64)

چشم بد دُور:

بیگم مودودی کی اس ترقی پسندی کا کیا کہنا۔ کہ وہ اپوا جیسی آزاد و بے پردہ مغرب زدہ تنظیم کو ان رجعت پسند مولویوں کے خلاف اکسا رہی ہیں۔ جو عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دینے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مودودی صاحب اپنی بیگم صاحبہ کی اس ترقی پسندی پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ کہ انھوں نے یک لخت اتنی ترقی فرمائی ہے۔ کہ اپوا کی بھی استاد بن کر انھیں رجعت پسند مولوی صاحبان کی مذمت اور عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دلانے کا درس دینے لگی ہیں۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے
ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیے

کاش بیگم مودودی کو معلوم ہوتا کہ ان کے "شوہر نامدار" نے عورت کو سربراہِ مملکت بنانے اور عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دینے کی مخالفت میں مضامین کا انبار لگا یا ہوا ہے۔ معلوم نہیں دیگر مولوی صاحبان کی طرح وہ اپنے "شوہر نامدار" کو بھی رجعت پسند سمجھتی ہیں یا حقیقت پسند یا ان کے نزدیک وہ پہلے واقعی رجعت پسند تھے' اور اب ان کے ترقی پسند ہونے کے ساتھ ہی وہ بھی یک لخت حقیقت پسند ہو گئے ہیں۔ اگر بیگم صاحبہ اس سلسلہ میں مودودی صاحب کی شخصیت پر روشنی ڈالیں تو بہت اچھا ہو گا۔ کیونکہ ان سے بڑھ کر مودودی صاحب کو اور کون جان سکتا ہے۔

دُوسرا بیان:

بیگم مودودی کے مذکورہ بیان کے بعد اسوقت ان کا دوسرا بیان ہمارے سامنے

ہے۔ جو انہوں نے پرودہ باغ بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں "تقریب یوم ولادت قائد اعظم" ارشاد فرمایا ہے۔ ویسے یہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ جب مودودی صاحب کے نزدیک پیغمبر اعظم ﷺ کا "یوم ولادت" منانا بدعت و ناجائز ہے۔ تو "قائد اعظم" کا یوم ولادت" ان کے لئے کیسے جائز ہوگا۔ جس میں انہوں نے اپنی بیگم صاحب کو شرکت کے لئے روانہ فرمایا بظاہر اس کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

o بیگم مودودی، مودودی صاحب کے کہنے میں نہیں اور ان کی اجازت کے بغیر جہاں چاہیں تشریف لے جاتی ہیں۔ چاہے کوئی مجلس کیسی ہی بدعت و ناجائز کیوں نہ ہو؟

o مودودی صاحب کو پیغمبر اعظم ﷺ ہی کے ساتھ کوئی خاص دشمنی و بیر ہے کہ ان کے نزدیک آپ کا یوم ولادت تو بدعت و ناجائز ہے۔ اور "قائد اعظم کا یوم ولادت" جائز ہے۔ حالانکہ "قائد اعظم" کے ساتھ ان کے شدید مذہبی و سیاسی اختلافات تھے۔

o مودودی صاحب پر مادر ملت کی آڑ میں حصول اقتدار کے لئے ایسی بدمستی طاری ہوئی کہ عورت کی صدارت کے مسئلہ کی طرح انہیں "یوم ولادت" کے جائز و ناجائز ہونے کا بھی کوئی احساس نہیں رہا۔"

بہرحال بیگم مودودی نے تقریب "یوم ولادت قائد اعظم" فرمایا ہے کہ پاکستان حضرت قائد اعظم کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اور ان کی بہن کا یہ کارنامہ بھی تاریخی حیثیت کا حامل ہے کہ وہ اپنے بھائی کے حاصل کئے ہوئے ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لئے میدان میں آئی ہیں۔" (نوائے وقت ۲۴۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۴ء)

معلوم نہیں مودودی کی طرح بیگم مودودی کی یہ ان الوقتی و تقیہ بازی ہے۔ یا واقعی انہیں معلوم نہیں کہ "قائد اعظم" کے جس سب سے بڑے کارنامے کو انہوں نے سراہا ہے۔ جب "قائد اعظم" یہ کارنامہ سرانجام دے رہے تھے۔ اس وقت ان کے "شوہر نامدار" اس کارنامہ کی انجام دہی میں ان کی تائید و حمایت کی بجائے ان کے متعلق یہ گوہر افشانی فرما رہے تھے۔ کہ "افسوس لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت رکھتا ہو۔ اسلامی فکر رکھتا ہو۔ اور معاملات کو اسلامی نقطہ

نظر سے دیکھتا ہوں۔"

○ "جب میں مسلم لیگ کے ریزولیشن (قرار داد پاکستان) کو دیکھتا ہوں۔ تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۵۴، ۲)

باقی رہا بیگم صاحب کے بقول ان کی بہن کا کارنامہ۔ تو اس کا ۲ جنوری کو جو نتیجہ نکلا ہے۔ وہ ان کے سامنے ہی ہے کہ مودودی و بیگم مودودی وغیرہ کی کوشش کے باوجود وہ پروان نہیں چڑھ سکا۔ ویسے یہ بات باعث تعجب ہے کہ عورت کی قیادت و سیاست جو کل تک بقول مودودی اصول اسلام و نصوص صریحہ کے خلاف تھی۔ آج تاریخی کارنامہ کیسے بن گئی؟

جلوس و نعرے پچھلے دنوں صدارتی انتخابات کے سلسلہ میں مودودی صاحب نے خاتون امیدوار کو کامیاب کرانے کے لئے ملک میں جو انتخابی دورہ فرمایا ہے۔ اس میں مختلف مقامات پر ان کے جلسوں اور جلوسوں میں **"نعرۂ رسالت"** کہیں سننے میں نہیں آیا۔ البتہ نعرۂ تکبیر۔ مودودی زندہ باد "قائد اعظم زندہ باد" "مادرِ ملت" زندہ باد کے نعرے خوب لگتے رہے۔ گویا مودودی صاحب کو رسالت کی ضرورت نہیں۔ اور وہ وسیلۂ رسالت کے بغیر ہی اللہ کو ماننے لگے ہیں حالانکہ۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

حیف ہے اس اجتماع پر جس میں سیاسی و شخصی نعرے گونجیں۔ اور نعرۂ تکبیر کے ساتھ نعرۂ رسالت نہ لگایا جائے حالانکہ سب جگہ:

خطبوں میں نمازوں میں کلمہ میں اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد ﷺ

اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو!
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

مودودی صاحب عید میلاد شریف کے جلوس کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس میں تو

کبھی شامل نہیں ہوئے۔ لیکن مختلف مقامات پر اپنے جلوسوں پر انہوں نے بڑی خوشنودی کا اظہار کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے جلوسوں کو تو وہ جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن شانِ رسالت سے انہیں کوئی ایسی عداوت ہے کہ نبی پاک ﷺ کے جلوس کو جائز قرار نہیں دیتے۔ پھر یہ اور بھی عجیب بات ہے کہ مودودی صاحب کے اجتماعات میں نعرۂ رسالت تو ممنوع ہے۔ لیکن مودودی کے اپنے نعروں کے علاوہ "قائد اعظم" زندہ باد' مادرِ ملت زندہ بات کے نعرے جائز و عام ہیں۔ معلوم نہیں کہ جس اجتماع میں نعرۂ رسالت ممنوع ہے۔ وہاں ایک عورت کا نعرہ کیونکر روا ہے؟ اور مودودی صاحب نے مس فاطمہ جناح کو قیادت سونپنے کے بعد انہیں کس دلیل سے "مادرِ ملت" تسلیم کر کے ان کے اجتماعات میں ان کے "بیٹوں بیٹیوں" کے اختلاط کو گوارا فرمالیا ہے۔ باقی رہا "قائد اعظم زندہ باد" کا نعرہ۔ تو یہ بھی عجائباتِ مودودی میں سے ایک عجوبہ ہی ہے۔ کیونکہ جب "قائد اعظم" کو مودودی صاحب کی ضرورت تھی۔ اس وقت تو یہ ان کے سخت ترین مخالف و نقاد تھے' اور انہیں لیگ کا "قائد اعظم" کہا کرتے تھے لیکن اب اپنے مفاد و اقتدار کے پیش نظر ان کے علاوہ ان کی ہمشیرہ کے بھی نعرے لگوا رہے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

پھر یہ اور بھی عجیب بات ہے کہ "قائد اعظم" کی وفات کے اتنے سال بعد مودودی کے جلسوں میں انہیں تو زندہ باد کہا جارہا ہے لیکن ان کے وہابی عقیدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ بعدِ وصال زندہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ تقویۃ الایمان وغیرہ وہابی لٹریچر میں مذکور ہے۔" (پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ)

فاطمہ جناح کا اسیر ماڈرن مفسر

"مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اسلام کے ماڈرن مفسر ہیں۔ ان کی واحد خوبی یہ ہے۔ کہ انہوں نے سیاسیاتِ حاضرہ کو اسلام کی میزان میں بجمال و تمام تولنے کا فن ایجاد کیا ہے۔ ہمارے دل میں ان کا بڑا احترام ہے...... تاہم یہ بات عرض کرنے میں ہمیں کوئی باک محسوس نہیں ہو رہا کہ انہوں نے اپنی تحریروں پر جس طرح پانی پھیرا' اور تاویلوں کے

جس مینا بازار کی سیر و سیاحت ان کے معتقدین نے اپنے اوپر فرض کر لی ہے۔ وہ افسوس ناک ہی نہیں' اندوہناک بھی ہے۔ ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ "حضرت کوثر نیازی نے جماعت کے فیصلہ سے دو تین روز پہلے ایک مضمون لکھا جس میں قرآن و اسلام کی رو سے ثابت کیا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی' اچانک ایک دوست آ ٹپکے۔ انہوں نے مولانا ابو الاعلیٰ کی سیاسی طبیعت کے اتار چڑھاؤ سے آگاہ کیا' چنانچہ راتوں رات یہ مضمون واپس لینے کے لئے دوڑ دھوپ ہوئی۔ اور اپنی ہی تحریر نقصان کتابت ادا کر کے حاصل کی گئی۔ کیا یہ اسلام ہے اور اس صالح سیرت کا عکس' جس کی تربیت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے مدرسہ فکر میں ہوئی ہے"؟......

اسلام کو جتنا گلا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی سے ہے۔ کہ انہوں نے اسلام کے نام پر سب سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ منہ سے نہ کہیں' الگ بات ہے۔ لیکن ان کے پیروکار ادنیٰ و اعلیٰ سبھی یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے۔ کہ اسلام کا جو فہم اس دور میں انہیں عطا ہوا ہے۔ اس سے پورا عہد خالی ہے۔ مولانا بھی اپنے سوا کسی کو نہیں مانتے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کی تمام شرحیں' تاویلیں' تعبیریں اور تنقیدیں کاپی رائٹ کے طور پر اپنی ذہانت کے نام محفوظ کرا رکھی ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب وہ قطعی فیصلہ صادر کرتے ہیں' تو اس وقت بھی ان کا انداز فکری ڈکٹیٹر کا ہوتا ہے اور جب وہ ان فیصلوں میں وقت کی ضرورتوں کے قلم لگاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کا انداز اس ایشیائی معشوق کے چلن سے مختلف نہیں ہوتا جس نے غزل کے ایوانوں میں ہمیشہ ہی عشاق شہر کا خون غازۂ رخسار کے طور پر استعمال کیا ہے۔...... افسوس ہے کہ اسلام اپنے ان دوستوں کی مہربانی کا شکار ہو رہا ہے۔ اور نئی نسل یکے بعد دیگرے اپنے عقائد کے اس حصار سے فرار ہوتی جا رہی ہے۔......

فاطمہ جناح کی عظمت کو خراج ادا کرنا چاہئے' کہ جن مولانا مودودی کو صلحائے اُمت متابعت پر آمادہ نہیں کر سکے۔ انہیں فاطمہ جناح نے متابعت کی بٹی دھاری رسی میں پرو لیا ہے۔ مولانا کی اس معرکہ میں اپنی حیثیت صرف یہ ہے۔ کہ وہ اس اکھاڑے میں پانچویں سوار ہیں۔ فاطمہ جناح کا کمال یہ ہے کہ جس شہباز کو ان کے بھائی رام نہ کر سکے وہ

ان کے حلقۂ سیاست کا اسیر ہو گیا ہے۔" (چٹان لاہور ۶۴۔ ۱۲۔ ۱۴)

o "جماعت اسلامی ایک نظریاتی جماعت ہے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے علم و فضل سے انکار نہیں۔ لیکن جب سے انہوں نے علم اور قلم کا میدان چھوڑ کر جہد و سیاست کا جھنڈا اٹھایا ہے۔ ان کی اپنی تحریروں کے ایک حصہ پر قلم پھر گیا ہے۔

کبھی آپ حلقۂ عشاق سے آنکھیں چار کرنے میں عیب سمجھتے تھے۔ اب کوچۂ رقیب میں بھی چلے جاتے ہیں۔ انہیں یاد نہیں رہا کہ جس محفل میں اب ہیں اس محفل کے کتنے لوگ ایک زمانہ میں ان کے لئے خنجر بران لے کر پھرتے رہے ہیں۔ کمیونسٹوں کے ساتھ ان کا اتحاد بلاشبہ ایک قومی المیہ ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی اور جماعت اسلامی میں یکجہتی حسن اتفاق نہیں سوء اتفاق ہے دونوں کے نظریۂ عمل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

(چٹان لاہور ۶۵۔ ۳۔ ۲۹)

مودودی جماعت کی سیاسی گندگی

"مودودی صاحب نے حال ہی میں اپنی جماعت کے لاہور میں منعقد ہونے والے شوریٰ کے اجتماع میں فرمایا ہے کہ وہ اور ان کی جماعت سیاست میں اس لئے داخل ہوئے ہیں کہ ملک و قوم کی زندگی کا یہ شعبہ بھی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک کیا جاسکے۔ وہ لوگ جنہوں نے جماعت کے اختیار کردہ حالیہ سیاسی کردار کو دیکھا ہے۔ وہ اس دعوے کو سن کر چونک پڑے ہوں گے۔

سیاست کی گندگیاں کیا ہیں۔ ذرا انہیں تصور میں لایئے۔ اور اس سلسلہ میں مودودی صاحب کی جماعت نے جو رویہ اختیار کیا۔ اسے بھی سامنے رکھئے۔ اور پھر فیصلہ کیجئے کہ کیا اسی طرح سیاست کی گندگیاں دُور ہوا کرتی ہیں۔ اور دُور کی جاسکتی ہیں۔

سیاست کی پہلی گندگی تو یہ ہے کہ جھوٹے سچے اور غلط پروپیگنڈے کے ذریعہ عوام میں شہرت و مقبولیت حاصل کی جائے۔ اس باب میں جماعت کا رویہ کیا رہا ہے۔ اس کی شہادت سترہ سترہ سال تک جماعت میں رہ کر علیحدہ ہونے والوں سے پوچھئے کہ آیا جماعت نے سیاست سے اس گندگی کو دُور کیا یا خود گردن گردن تک اس گندگی میں ڈوب گئی۔

سیاست کی دوسری گندگی انتخابات میں ووٹوں کی خرید و فروخت اور جائز و ناجائز کی پرواکئے بغیر ان کا حصول ہے۔ علیحدہ ہونے والوں نے جماعت پر شدت سے یہ الزام بھی عائد کیا ہے۔

سیاست کی تیسری گندگی پارٹی پالیٹکس ہے۔ اور جماعت کے ہر علیحدہ ہونے والے نے یہ اعتراف کیا ہے کہ جماعت میں یہ عصبیت شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

سیاست کی چوتھی گندگی بر بنائے مصلحت و ضرورت' اصولوں میں تغیر و تبدل کر ڈالنا ہے۔

مودودی صاحب نے بھی حکمت عملی کے نام سے اسے اختیار کرنے کو روا رکھا ہے۔ اور یہ ان کا مشہور اختراعی نظریہ ہے۔ جس سے جماعت انکار نہیں کر سکتی۔

سیاست کی پانچویں گندگی دین و مذہب کو خالص سیاسی مقاصد کا تابع کر دینا ہے اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جماعت اور مودودی صاحب نے متحدہ حزب اختلاف کی لادینی نظریات رکھنے والی جماعتوں کے ساتھ اتحاد و اشتراک عمل کیا۔ مس جناح کو مملکت کا صدر منتخب کرانے کے لئے شرعی حرمتوں میں حلت کا حیلہ تراشا' اور اپنی ان کارروائیوں کو مذہب کی رو سے جائز بلکہ ضروری ٹھہرانے کی کوشش کی۔

الغرض کتنے ہی شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت نے جو سیاسی روش اختیار کی ہے۔ اس سے سیاست کی تو ایک بھی گندگی دُور نہیں ہو سکی۔ البتہ جماعت نے ایک ایک کر کے سیاست کی تمام گندگیاں ضرور اپنا ڈالی ہیں۔ اور اس پر ستم یہ کیا ہے کہ ان گندگیوں کو دین و مذہب کی پاکیزگی کا لباس بھی پہنا دینے کی کوشش کی ہے۔ ایسا کرنا بجائے خود سیاست کی وہ گندگی ہے۔ جس کی ایجاد کا سہرا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے سر پر ہے۔

کاش مودودی صاحب نے کوئی اور کام نہ کیا ہوتا۔ صرف سیاست کی دنیا میں ہی اپنے اور اپنی جماعت کے کردار کی ایسی بے داغ مثال قائم کر دی ہوتی۔ جو عصر حاضر کی سیاست کی گندگیوں سے پاک و صاف ہوتی اور جسے اسلامی و اخلاقی اعتبار سے ایک نمونہ کے

طور پر پیش کیا جا سکتا۔" (ترجمان اسلام جمعیۃ العلماء دیوبند 65-3-19)

کوتاہ اندیشی، مفاد پرستی و غیر جمہوری ذہن

"اپوزیشن بھی حکومتی جماعت کی طرح کوتاہ اندیشی اور خود غرضی کے باعث انتشار کا شکار ہوتی نظر آتی ہے۔ اس کا اندازہ متحدہ اپوزیشن میں شامل ایک پارٹی جماعت اسلامی کے تازہ بیان سے ہو جاتا ہے۔ جس نے کراچی میں صرف ایک ٹکٹ پر اختلاف کرتے ہوئے صوبائی پارلیمانی بورڈ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ ہم یہ عرض کرنے سے قاصر ہیں کہ جماعت اسلامی اپنے اس موقف پر نظر ثانی کرنے پر آمادہ ہو گی یا نہیں؟ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ جماعت اسلامی کی یہ علیحدگی اس غیر جمہوری، عدم رواداری کا ایک اور روح فرسا مظاہرہ ہے۔ جس نے ہماری ملکی سیاست کو بے حسی۔ کوتاہ اندیشی اور مفاد پرستی کے ہولناک عوارض میں مبتلا کر رکھا ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے۔ کہ جو لوگ جمہوریت کاملہ کے علمبردار اور داعی بنتے ہیں۔ وہ اپنی صفوں میں یا اپنے محدود مفاد کے خلاف کوئی بہت معمولی اختلاف کی بات بھی گوارا نہیں کرتے۔ ملک میں جمہوریتِ کاملہ کی حامی، متبادل قیادت کے فروغ اور صحت مند جمہوری سیاست کی ترقی کے نقطۂ نظر سے یہ بات بعد افسوس ناک اور حوصلہ شکن ہے بعض حلقے اگر اسے ناقابل معافی بھی قرار دیں تو انہیں انتہا پسند......اور تنگ نظر قرار دینا مناسب نہیں ہو گا۔ (نوائے وقت 65-2-19)

○ جماعت اسلامی کا صدارتی انتخاب کے بعد یہ موقف رہا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ جمہوریت کی علمبردار اپوزیشن کو اس اختلاف رائے پر اصولاً کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا بہر حال بعد ازاں جب جماعت اسلامی نے اپوزیشن کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ لیکن انتخابی معرکہ میں شمولیت کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کے بعد کراچی کی ایک نشست کے لئے جماعت اسلامی کے نمائندہ کی جائے مسٹر لاری کو ٹکٹ مل جانے پر، پارلیمانی بورڈ سے جماعت اسلامی کی علیحدگی کا فیصلہ ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے۔ ظاہر ہے مسٹر لاری کے حق میں فیصلہ باقی چار جماعتوں نے دیا ہو گا۔ اور جمہوری نقطۂ نظر سے، اقلیت میں ہونے کی بنا پر، جماعت اسلامی کو اکثریت کا یہ فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ لیکن نشست کی خاطر بلند مقاصد کی مہم سے قطع تعلق کرنے سے یہ ظاہر

ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی کا ذہن و فکر جمہوری نہیں ہے۔ اگرچہ جماعت اسلامی نے یہ کہہ کر دو انتخابی معرکوں میں اپوزیشن کے ساتھ رہیں گے۔ اپوزیشن کی اشک شوئی کی کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی نے اپنے ہزاروں مداحوں اور عقیدت مندوں کو مایوس کیا ہے جو جماعت اسلامی کی خدمات دین سے متاثر تھے۔ "(نوائے وقت 24-2-56)

مودودی عقیدہ :	ان پڑھ لیڈر نبی اکرم ﷺ کے متعلق لکھتا ہے "صحرائے عرب کا یہ ان پڑھ بادیہ نشین...... دور جدید کا بانی اور تمام دنیا کا لیڈر ہے۔" (تفہیمات ص ۲۱۰)

"ٹیڈی جماعت"

"لیجئے جماعت اسلامی "ٹیڈی ہو گئی۔ یہ وہی جماعت ہے جو عورت کو اپنے مجوزہ اسلامی معاشرے میں صرف چولہے کے آس پاس ذرا سی جگہ دیتی تھی مگر آج اسی جماعت اسلامی نے پاکستان کے صدارتی عہدے کے لئے ایک خاتون کی نامزدگی کو جائز قرار دے دیا ہے۔ بچی بات ہے۔ ہم تو جماعت اسلامی کی اس نظریاتی کایا کلپ سے بہت خوش ہیں۔ پہلی بار اس نے عورت کو ماں' بیوی' بہن اور بیٹی کے علاوہ اپنی سیاست کا امیر اور اپنے مستقبل کا رہنما تسلیم کیا ہے۔ وہ جس نے عورت کی سرگرمیوں کو محدود تر کرنے کے سلسلے میں کتابیں اور پمفلٹ چھاپے ہیں۔ آج عورت کو غیر محدود حقوق دینے کو تیار ہو گئی ہے۔ اور جماعت کے ذہن کا یہ انقلاب کوئی معمولی انقلاب نہیں ہے۔ ہم تو اسے خوشگوار انقلاب کا نام دیتے۔

مجلس مشاورت کو صدارتی انتخابات کے لئے ایک خاتون کی نامزدگی کے شرعی پہلو پر بحث کرنی تھی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جماعت اسلامی کے سامنے نامزدگی کے شرعی پہلو کے ساتھ ہی اپنے اقتدار کا "شرحی" پہلو بھی تو تھا یعنی اسے اقتدار میں کس شرح پر شریک کیا جائے گا۔ اسی اجتماع ضدین نے قرار داد میں "اگریت مگریت" اور "چونکیت چنانچیت" پیدا کی کہ :ع

ہر چند کہیں کہ ہے' نہیں ہے

والی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اور نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ عورت کو امیر بنانا شرعاً ناجائز سہی۔ مگر چونکہ مخالف پارٹیوں نے محترمہ فاطمہ جناح کو امیر مان لیا ہے۔ اور چونکہ جماعت اسلامی بھی مخالف پارٹی کہلانا پسند کرتی ہے۔ چنانچہ محترمہ فاطمہ جناح کو امیر بنانا شرعاً ناجائز نہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ آئندہ بھی کسی خاتون کو امیر بنانا شرعاً جائز نہیں ہو گا۔ اصلی شرعی قاعدہ علی حالہ قائم ہے اور خاتون کو امیر بنانا قیامت تک ناجائز ہی رہے گا۔ مگر جب بھی خاص اور غیر معمولی حالات پیدا ہوں گے۔ یعنی جب بھی جماعت اسلامی کو اقتدار سے محرومی کا خیال ستائے گا اور یوں آپ ہی آپ غیر معمولی حالات پیدا ہو جائیں گے۔ اصلی شرعی قاعدے کی مصلحتاً خلاف ورزی کر لی جائے گی۔ اور ناجائز کو جائز قرار دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا جائے گا۔" (امروز لاہور 64-10)

"جماعت اسلامی اور جمہوریت"

"جمہوریت کے ساتھ جماعت اسلامی کا عشق ابھی حال کی بات ہے ایک زمانے میں مولانا مودودی جمہوریت کو اس زمین پر پیدا ہونے والے سارے سیاسی نظاموں سے بدتر سمجھتے تھے۔ کیونکہ مولانا کو جمہوریت پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ یہ نظام جمہور کی حاکمیت کا قائل ہے' جب کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا علمبردار ہے۔ لاہور کی بعض پرانی عمارتوں پر جماعت اسلامی کی جانب سے لکھی ہوئی یہ عبارت اب بھی کسی سینما کے پوسٹر کے نیچے دبی ہوئی مل جائے گی کہ :

"خدا کی حکومت' خدا کے بندوں کے لئے۔ خدا کے نیک بندوں کے ذریعہ۔"

یہ بات ابراہیم لنکن کے اس مشہور مقولے "عوام کی حکومت' عوام کیلئے اور عوام کے ذریعہ۔" کے رد میں کہی گئی ہے۔ مولانا نے حاکمیتِ جمہور کو اسلام اور مذہب سے بغاوت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جمہور کی حاکمیت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا انکار ہے۔ کیونکہ اگر جمہور قانون ساز ٹھہر جائیں تو وہ کسی ایسی چیز کو حلال یا حرام کر سکتے ہیں جنہیں شریعت نے حرام یا حلال ٹھہرا لیا ہے۔

جمہوریت کے ساتھ مولانا مودودی کی اعتقادی عداوت اتنی الم نشرح ہے کہ جس کسی نے بھی ان کی کوئی کتاب پڑھی ہے۔ اسے یہ سن کر بجا طور پر حیرت ہو گی کہ ان

دنوں مولانا اور ان کی "برگزیدہ جماعت" جمہوریت کے حامی بن گئے ہیں۔ مولانا مودودی نے جمہوریت سے اسی عناد کی بنا پر اپنی جماعت کا ڈھانچا ایسا بنایا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذر جانا اور سرمایہ دار کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہو جانا ممکن ہے' لیکن اس جماعت میں مولانا مودودی کی زندگی تک انقلابِ قیادت ناممکن ہے۔ مولانا جب سے یہ جماعت بنی ہے۔ اس کے امیر چلے آرہے ہیں۔ اس معاملے میں اگر اس روئے زمین پر ان کا کوئی مدمقابل ہے' تو وہ سپین کے ڈکٹیٹر جنرل فرانکو ہیں۔

جماعت اسلامی کی جمہوریت بھی خوب ہے۔ جب قائداعظم پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے اور برصغیر کے دس کروڑ مسلمان انکے ساتھ تھے تو جماعتِ اسلامی اس تحریک کو غیر اسلامی اور جمہور کے جوش و خروش کے اندھے بہرے اعتقاد کا نتیجہ قرار دیتی تھی۔ لیکن آج جب کہ سوال کسی ملک کی تخلیق کا نہیں صرف انتقال اقتدار کا ہے تو جماعت اسلامی جمہوریت ہی نہیں پارلیمانی جمہوریت کی حلقہ بگوش بن گئی ہے۔" (روزنامہ مشرق 14-3-65)

میرے اسلام کو ایک قصۂ ماضی سمجھو

"مولانا مودودی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ اگر متحدہ محاذ کی حکومت نے انہیں کوئی ذمہ داری سونپی تو وہ اسے ضرور انجام دیں گے۔ مولانا کی اس امیدواری سے ذہن اس زمانے کی طرف منتقل ہوگیا۔ جب مولانا' مودودی کے نزدیک کسی شخص کا کسی عہدے کا امیدوار ہونا اسلامی نقطہ نظر سے اس کو نااہل قرار دینے کے لئے کافی تھا' اب مولانا نے "حاکمیت خدا کی' قانون شریعت کا اور خلافت نیک بندوں کی" کے نعرے کی طرح اپنے اس مسلک میں بھی تبدیلی کرلی ہے۔ اب نہ امیدواری جرم ہے اور نہ خلافت نیک بندوں کے اصول پر انہیں اصرار ہے۔ اب تو مولانا اکبر الہ آبادی کے اس مصرعہ کی زندہ تصویر ہیں۔

ع "میرے اسلام کو ایک قصۂ ماضی سمجھو"

(مشرق 31-12-64)

بیڑا غرق: "حضرت مولانا مودودی نے جمہوریتِ کاملہ کو بحال کراتے کراتے اپنی جماعت کا بیڑا غرق کر ڈالا۔ جماعتِ اسلامی کے چھ ارکان کو مشرقی پاکستان میں قومی اسمبلی

کے لئے ٹکٹ ملے تھے۔ یہ سارے کے سارے ہار گئے۔ حالانکہ ان میں چار قومی اسمبلی کے پرانے ممبر تھے۔" (مشرق 65-3-31)

دین کے ساتھ مذاق

"جماعتِ اسلامی کے ترجمان ایشیا میں اتحاد العلماء (جماعت اسلامی کی جمعیۃ علماء) کے ناظم صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے بعض دلچسپ باتیں کہی ہیں۔ ایک بات تو انہوں نے یہ کہی ہے کہ اسلام کو جس عمر کی عورتوں کی صدارت پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ محترمہ فاطمہ جناح اس سے گزر چکی ہیں۔ دوسرے محترمہ کامیاب ہونے کے بعد فوراً اقتدار مردوں کو منتقل کر دیں گی۔

ناظم اتحاد العلماء کا یہ فتویٰ ارباب دین کے غور و فکر کا مستحق ہے کہ اسلام نے عورت کے لئے جو حدود مقرر کئے ہیں' وہ ایک خاص عمر میں پہنچ کر ساقط ہو جاتے ہیں۔

شریعت کے ساتھ تلعب کے اس سے پیشتر بڑے تماشے دیکھے گئے ہیں لیکن جو تماشا جماعتِ اسلامی نے دکھایا ہے وہ تو بالکل ہی نرالا ہے۔ (مشرق 64-12-27)

مودودی جماعت اور تصویر

"حکومت پاکستان نے جب سو روپے کے نوٹ پر قائداعظم کی تصویر شائع کی تھی تو اس کے خلاف سب سے زیادہ شور جماعتِ اسلامی نے مچایا تھا اور اتنی احتجاجی قرار دادیں منظور کی تھیں کہ اخبارات کے دفاتر میں ان کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ جماعت کا مسلک یہ تھا کہ شریعت حقہ کے تحت ایک اسلامی ملک کے کرنسی نوٹ پر کسی شخص کی خواہ وہ کتنا ہی محترم ہو' تصویر شائع نہیں ہو سکتی۔

اب جماعت اسلامی نے اپنے اس مسلک میں بھی تبدیلی کر لی ہے ان دنوں جماعت کے کارکن گلی گلی' کوچے کوچے پھر کر محترمہ فاطمہ جناح کے انتخابی فنڈ کے جو نوٹ فروخت کر رہے ہیں۔ ان پر نہ صرف یہ کہ محترمہ کی تصویر ہے بلکہ علمبرداران جمہوریت کی ایک فوج ظفر موج کی بھی تصویر ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ملک کے کرنسی نوٹ پر تصویر کی اشاعت اگر ناجائز ہے تو انتخابی فنڈ کے نوٹ پر محترمہ فاطمہ جناح کی تصویر کی

اشاعت کیسے جائز ہوگی؟

جہاں تک ہمیں معلوم ہے' صدارتی انتخابات سے پہلے جماعت اخبارات و رسائل تک میں عورتوں کی تصویر کی اشاعت کو ایک مسلمہ برائی سمجھتی رہی ہے۔ (مشرق 13-12-64)

سو جوتے سو پیاز

"جماعتِ اسلامی ان دنوں سو جوتے اور سو پیاز کی پالیسی پر کاربند ہے۔ دینی حیثیت تو اس کی اسی روز ختم ہوگئی تھی جب اس نے اپنے دینی معتقدات کے خلاف عورت کی سربراہی کو جائز قرار دیا تھا اور سیاسی حیثیت جو پہلے ہی کچھ زیادہ نہیں تھی' متحدہ محاذ میں شرکت اور ان جماعتوں کے ساتھ اشتراکِ عمل نے ختم کردی جن کے ساتھ اس کی کوئی قدر مشترک نہیں تھی۔

سچ کہا ہے بزرگوں نے کہ ایک غلطی مزید غلطیوں کا راستہ کھولتی ہے۔ جماعت اسلامی نے صدارتی انتخابات میں جو غلطی کی تھی' اس کے بعد سے جو قدم بھی اس کا اٹھتا ہے' وہ ایک نئی غلطی کا راستہ کھولتا ہے۔" (مشرق ۶۵-۲-۱۸)

جماعت اسلامی کا تجدد

"عورت کی سربراہی کے علاوہ خاموشی کے ساتھ جماعتِ اسلامی نے اپنے ایک دو پرانے فتووں پر اور بھی نظر ثانی کی ہے۔ مثلاً ایک زمانے میں جماعتِ اسلامی کے نزدیک وکالت کا پیشہ حرام پیشوں میں تھا اور جماعتِ اسلامی کے سیکرٹری جنرل طفیل محمد صاحب نے اسی فتوے کی بناء پر وکالت ترک کی تھی' مگر اب یہ پیشہ جائز ہی نہیں عین خدمتِ اسلام ہے۔ گذشتہ دنوں لاہور میں مسٹر بروہی کے اعزاز میں ایک دعوت میں مولانا مودودی نے وکلاء کو وقت کا غازی قرار دیا تھا۔ وکیلوں سے اب جماعتِ اسلامی کی محبت کا یہ عالم ہے' کہ متحدہ محاذ کے مشترک صدارتی امیدوار کے لئے جو دو نام جماعتِ اسلامی کی طرف سے پیش کئے گئے تھے' ان میں ایک تو مشہور قانون دان مسٹر بروہی تھے اور دوسرا نام جرنیل محمد اعظم خاں کا تھا۔ ایک وکیل اور دوسرا جرنیل۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھیے۔ کہ جماعتِ اسلامی نے اپنے ماضی میں جن دو شخصیتوں کو سب سے زیادہ رگڑے دیئے ہیں' ان میں یہ

دونوں حضرات سرِ فہرست رہ چکے ہیں' بروہی صاحب کا جرم یہ تھا کہ جب وہ محمد علی بوگرا کی کابینہ میں وزیرِ قانون تھے تو وہ یہ دعویٰ کر بیٹھے تھے کہ قرآن سے آئین نہیں نکالا جاسکتا اور اگر کوئی ایسا کر دکھائے تو میں اسے پانچ ہزار روپیہ انعام دوں گا اس زمانے میں جماعتِ اسلامی نے گلی گلی' کوچے کوچے اور قریہ قریہ میں مسٹر بروہی کی برطرفی کی قرار دادیں منظور کرائی تھیں اور مسٹر بروہی کے خلاف اپنے مخصوص مخالفانہ پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

رہے جرنیل محمد اعظم خاں' تو ایک زمانے میں جماعتِ اسلامی کے لئے ان کا نام مغلظ گالی تھا۔ کیونکہ تحریکِ ختمِ نبوت کے زمانے میں جنرل محمد اعظم خاں نے مولانا مودودی کو پھانسی کی سزا سنادی تھی۔

کچھ لوگ جو جماعتِ اسلامی کو قریب سے جانتے ہیں' ایک عرصہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ جماعتِ اسلامی مذہبی کم اور سیاسی زیادہ ہے۔ اور یہ بیچارے کامیاب نہیں ہو رہے تھے کیونکہ ان کے پاس وسائل محدود تھے۔ ان لوگوں کو اب مزید زحمت کرنا نہیں پڑے گی کیونکہ جماعتِ اسلامی نے محترمہ فاطمہ جناح کا علم اٹھا کر اپنی دینی حیثیت خود واضح کر دی ہے۔

جماعت اسلامی نے یہی نہیں کہ اپنے ایک شرعی فیصلہ پر کالک مل دی ہے بلکہ وہ اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی کہہ رہے ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح میں وہ تمام خوبیاں بہ تمام و کمال پائی جاتی ہیں جو ایک اسلامی مملکت کے سربراہ میں پائی جانی چاہئیں۔ حالانکہ متحدہ محاذ کی دوسری جماعتیں محترمہ فاطمہ جناح کی صرف مقبولیت کی قائل ہیں۔

ہمارا تو خیال یہ ہے کہ جماعتِ اسلامی کو لگے ہاتھوں اب دوسری باتیں بھی مان لینی چاہئیں۔ جب بڑے بڑے مسائل میں اس نے دینی نقطۂ نظر کو اپنے فکر و عمل سے خارج کر دیا ہے تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں کیا رکھا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ جماعت کے فکر و نظر میں اس تبدیلی کے بعد ان لوگوں کے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے' جن پر جماعت کی طرف سے اسلام میں تحریف یا ترقی پسندانہ نقطۂ نظر اختیار کرنے کے الزامات لگائے جاتے تھے۔ ایک زمانہ میں جماعت اسلامی کے قدکار

مولانا بھاشانی کو سرخ مولانا لکھتے تھے کیونکہ مولانا بھاشانی قومی ملکیت اور سوشلزم وغیرہ کے قائل ہیں۔

جماعت اسلامی ساری عمر تجدد کی مخالف رہی مگر اب جو اس نے تجدد اختیار کیا تو دنیا بھر کے تجدد مات پڑ گئے۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ زمانے کے سامنے کوئی بند باندھ نہیں سکتا۔
(مشرق 4-12-64)

اپنے فتوٰی سے انحراف

"عورت کی سربراہی کے موضوع پر مولانا مودودی کا ارشاد کتاب و سنت اور علمائے سلف و خلف کے فتاوٰی کے خلاف ہونے کے علاوہ خود مودودی صاحب کے اپنے فتوے کے بھی خلاف ہے۔ جنوری ۱۹۶۲ء کا ترجمان القرآن پیش نظر ہے۔ سوال ہوتا ہے کہ "اگر آج محترمہ فاطمہ جناح صدارت کا عہدہ سنبھال لیں تو کیا پاکستان کے اسلامی نظام میں اسلامی اصول اس کی اجازت دیں گے؟" اس سوال کا جواب مولانا کی طرف سے یہ تھا کہ "اسلامی حکومت دنیا کے کسی معاملے میں بھی اسلامی اصولوں سے ہٹ کر کوئی کام کرنے کی مجاز ہے اور نہ وہ اس کا ارادہ ہی کر سکتی ہے۔ اگر فی الواقع اس کو چلانے والے ایسے لوگ ہوں جو اسلام کے اصولوں کو سچے دل سے مانتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں الخ۔

جن اسلامی اصولوں کو سامنے رکھ کر حضرت مولانا نے جنوری ۱۹۶۲ء میں محترمہ فاطمہ جناح کا سربراہ مملکت انتخاب کیا جانا خلاف اسلام قرار دیا تھا۔ وہی اسلامی اصول ۱۹۶۲ء میں بھی اپنی درخشندہ حقیقتوں کے ساتھ موجود ہیں۔ اور تاقیام قیامت اسی آب و تاب کے ساتھ موجود رہیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ مولانا نے ان اصولوں کو چھوڑ کر خود اپنے فتوے سے فرار کی راہ اختیار کی ہے۔

مودودی عقیدہ :	ہر فرد کی نماز انفرادی حیثیت ہی سے خدا کے حضور پیش ہوتی ہے اور اگر وہ مقبول ہونے کے قابل ہو تو بہر حال مقبول ہو کر رہتی ہے۔ خواہ امام کی نماز مقبول ہو یا نہ ہو۔" (رسائل و مسائل ص ۲۵۲)

حکومت کے ساتھ مولانا مودودی صاحب کی رنجش کتاب وسنت اور ان کے اپنے فتوے پر اثر انداز نہیں ہونی چاہئے۔ ان دنوں وہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ ملکہ سبا جب سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام پر خدا نے یہ وحی نازل نہیں کی کہ عورت کو سربراہ مملکت نہیں رہنا چاہئے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے سربراہ مملکت ہونے میں حرج نہیں ہے۔ (مشرق ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۴ء)

ہم مولانا کی خدمت میں بصد احترام یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ الیکشن سے پہلے جو فتوے آپ نے شریعت محمدی کے مطابق دیا تھا اس میں کیا قباحت تھی کہ اب آپ سلیمانی شریعت کے مطابق فتوے صادر فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کے لئے محمد مصطفیٰ ﷺ کا وہ فرمان والا شان کافی نہیں جس میں حضور کا ارشاد ہے کہ "وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی۔ جس نے اپنی مملکت کی سربراہ کسی عورت کو بنالیا؟" (مشرق 25-11-64)

مودودی صاحب جواب دیں

"ہم مولانا مودودی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کا پہلا فتویٰ صحیح تھا تو یہ دوسرا فتویٰ از خود غلط ہوا اور اگر یہ صحیح ہے تو پہلا غلط ہوا یہ اجتماع ضدین کیوں اور اگر دونوں فتوے آپ کے درست اور صحیح ہیں تو ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ سے سوال کریں۔ کہ مس فاطمہ جناح کی صدارت میں جو حکومت قائم ہوگی۔ اسلامی ہوگی یا غیر اسلامی؟ اگر غیر اسلامی ہوئی اور اس کو بھی آپ نے غیر اسلامی کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ غیر اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ کی دعوت اقامت دین۔ انہدام دین کی دعوت ہو جائے گی اور اگر آپ مس فاطمہ جناح کی حکومت کو اسلامی حکومت کہیں گے تو ہم آپ سے دریافت کریں گے کہ قرون ثلاثہ میں سے کوئی ایک مثال نکال کر دکھا دیجئے۔ کہ جس کی سربراہ کوئی عورت رہی ہے۔ اس کو چھوڑیئے۔ نام نہاد خلافت عباسیہ خلافت بنوامیہ۔ خلافت عثمانیہ۔ کسی میں ایک حکومت کی نشاندہی فرما دیجئے کہ جس کی امیر خلیفہ کوئی عورت رہی ہو۔ اگر نہیں رہی تو آپ کا خیال محض اتباع نفس اور قانون شریعت میں تحریف کے مترادف ہے۔ جس کو ہم ہرگز اقامت دین نہیں کہہ سکتے۔"

(ہفت روزہ المنبر لائلپور ۲۴-۱۲-۶۴ بحوالہ "مدینہ بجنور")

عورتیں منہ پر تھوکیں گی

"اگر کسی شخص کو دین عزیز ہے اور وہ اس امت کے اخلاقی زوال پر نالاں ہے اور اسے اپنے سابق و موجود حکمرانوں کے خلاف یہ شدید اور جائز شکایت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے بلا استثنٰی' عورت مرد کے اختلاط اور اخلاقی زوال کو عام کرنے والے اقدامات کئے ہیں۔ تو اس کی دینی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مس فاطمہ جناح کو اس فہرست کے سر عنوان رکھے۔ اس لیے کہ انہوں نے قولاً اور عملاً بے پردگی اور عورتوں کو اجتماعی اور سیاسی میدان میں لاکھڑا کرنے کی دوسروں سے ہزاروں گنا زیادہ مساعی کی ہیں وہ تقریباً چالیس سال سے اس تحریک کی علمبردار ہیں اور اب انہوں نے صدارت کے لئے خود کھڑا ہو کر اس تحریک کو آخری کامیابی سے ہمکنار کرنے کی بھرپور جدوجہد کی ہے۔

ہم یقین بھرے دل سے کہتے ہیں کہ اگر مس فاطمہ جناح صدارت کے عہدے پر فائز ہو جاتی ہیں تو اس ملک میں عورتوں کی بے راہ روی کا وہ دروازہ کھلے گا جو کسی تحریک تو کجا' حاکم بدہن کسی انقلاب سے بھی بند نہیں کیا جا سکے گا۔ اور یہ بات تو اب شک و شبہ سے بالا ہے۔ کہ جو "مذہبی عناصر" اس وقت عورت کے صدر مملکت بنانے کے حامی و علمبردار ہیں' ان میں سے جو شخص یا جماعت کل عورتوں جو سیاسی زندگی میں آگے بڑھنے' انہیں نرسنگ میں جوق در جوق آنے اور عورتوں کو سرکاری و غیر سرکاری دفاتر میں آنے سے روکنے کی آواز بلند کرے گا اس ملک کی عورتیں اس کے منہ پر تھوکیں گی۔ اور اسے شرم دلائیں گی کہ کل تو تم نے یہ فتویٰ دیا یا کم از کم اس فتوے پر عمل کیا تھا۔ کہ مخصوص حالات میں عورت کو صدر مملکت تک بن جانے کی گنجائش اسلام میں پائی جاتی ہے اور آج تو کتابوں کا پشتارہ اپنی پیٹھ پر لاد کر آیا ہے۔ کہ عورتوں کو پردہ کرنا چاہئے اور انہیں "گھر میں ٹک کر" رہنا چاہئے اور یہ کہ عورت اور مرد کا دائرہ الگ الگ ہے۔ اور چونکہ عورتوں اور مردوں کے اعضاء تخلیقی طور پر مختلف فرائض کے لئے بنائے گئے ہیں لہٰذا عورتوں کو سیاسی ہنگاموں سے الگ رہ کر گھروں کی چار دیواری میں اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونا

چاہئے۔ اگر عورتیں' اس وقت ایسے اشخاص کے منہ پر چپت لگائیں کہ کل تو تم نے عورت کو صدر مملکت بنانے کے لئے شریعت سے جواز تلاش کر لیا تھا اور آج یہ وعظ بھگار رہا ہے؟ تو وہ حق بجانب ہوں گی۔

ایسے عناصر کے پاس عورتوں (تصور کیجئے اپوا کی ان محترمات کی "تحریکی قوت" کا جس کا مظاہرہ پچھلے دنوں' عائلی قوانین کے عدم تنیخ کے مرحلے پر ایوب ہال اور اس کے گرد و نواح میں ہوا) کی اس چپت کا مداوا کیا ہو گا؟ اس کا جواب ہر ذی فہم دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کی عقل پر عورت ہی کا پردہ نہ پڑ گیا ہو۔" (المنبر لائل پور ۶۴۔۱۲۔۱۸)

"خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس کی بناء پر اہلحدیث' حنفی' دیوبندی' بریلوی' شیعہ' سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔" (خطبات ص ۸۲)	مودودی عقیدہ:

فتنہ نسائیت کی امداد

"شہرت تو اب تک مولانا مودودی کے توازن اور احتیاط الفاظ کی تھی اور یہ بات تو گمان میں بھی نہ تھی کہ "بغض معاویہ" میں وہ مبالغہ آرائی کے ان حدود تک چلے جائیں گے۔ جہاں تک کوئی بد تر سے بدتر سیاسی لیڈر ہی جا سکتا ہے۔

فتنہ نسائیت' پاکستان کے دینی فتنوں میں اس وقت شاید سب سے زیادہ زبردست و پُر قوت فتنہ ہے۔ اس کا مقابل و مزاحم مولانا سے بڑھ کر اب تک کون تھا! ان کو یقیناً اندازہ نہیں کہ ان کی جماعت کی تازہ روش نے اس فتنہ عظیم کی امداد کس زور و شور سے کر دی اور اس بند کو کس بے جگری سے توڑ دیا۔ جس کے باندھنے میں اب تک مولانا ہی پیش پیش تھے!" (مشرق ۶۴۔۱۲۔۲۵ بحوالہ صدق جدید)

○ "سارے سلسلہ بحث میں سب سے زیادہ حیرت انگیز اور سب سے زیادہ مایوس کن رویہ ان کے دوستوں اور ہوا خواہوں کے لئے۔ مولانا مودودی کا رہا۔ جن مخلصوں کو اب تک یہ اعتماد تھا کہ مولانا کے اجتہادات صحیح ہوں یا غلط۔ بہر حال ان کی شخصیت اصلاً ایک

دینی شخصیت ہے نہ کہ سیاسی۔ وہ ان کی اس درجہ غیر ذمہ دارانہ تقریر سے جیسی کہ موچی دروازہ لاہور میں ہوئی۔ بس دنگ ہی رہ گئے! (بشکریہ "صدق جدید")

البتہ تحریک نسائیت کی اس خوش بختی کا دنیا میں کسی کے پاس جواب نہیں کہ پاکستان کے تخت صدارت پر اب 'کروڑوں' مردوں کو چھوڑ کر ایک خاتون بے پردہ اور آزاد خیال کے جلوس افروز ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ اور تحریک کا علم ایسے بزرگ کے ہاتھ میں ہے۔ جن کے متعلق ایسی بدگمانی خواب میں بھی مشکل ہی سے ہو سکتی تھی! اس کے بعد اب کونسی ان ہونی ہے جو ہو کر نہ رہے گی۔ (سہ روزہ تحفہ گوجرانوالہ ۶۴۔۱۲۔۱۵ بحوالہ صدق)

"مودودی صاحب کی گستاخی"

"ہمیں ۲۷ اکتوبر کے اخبار انجام میں یہ پڑھ کر بے حد دکھ پہنچا کہ ایک عام جلسہ کے دوران مولانا مودودی جوش عقیدت میں ایسی بات کہہ گئے جسے سننے کے لئے ہمارے کان کبھی بھی تیار نہیں ہو سکتے۔ اور شاید مادر ملت کی اس سے زیادہ توہین اور کوئی نہیں کہ خود ان کے پیروان کی شان میں اس حد تک گستاخی کریں۔

پاکستان کی صدارت کے لئے "مادر ملت کی نامزدگی کوئی عجوبہ نہیں اور اس پر بھی تعجب نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایک عورت کی نامزدگی پر مذہبی حلقوں میں یہ بحث چھڑ گئی کہ عورت کسی اسلامی ملک کی حاکم بن سکتی ہے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں پاکستانی علماء کے علاوہ مصر کے علماء نے بھی یہ ہی رائے ظاہر کی کہ کسی خاتون کو کسی حکومت کا سربراہ نہیں ہونا چاہئے خود مولانا مودودی نے ۱۹۵۱ء میں یہ ہی فتوے صادر کیا تھا کہ اسلامی ملک کی سربراہی کے فرائض صرف مسلمان مرد انجام دے سکتا ہے۔ مگر اب ۶۴ء میں مولانا اپنے فتوے سے پھر گئے اس پر بعض حلقوں نے مولانا سے سوال کیا کہ جو بات ۵۱ء میں مذہبی نقطہ نظر سے درست نہیں تھی وہ اب ۱۹۶۴ء میں کیسے جائز ہو گئی؟ اس معقول سوال کا مولانا نے جو جواب دیا وہ انجام میں ان الفاظ میں چھپا ہے۔

"ایک عورت مخصوص حالات میں سربراہ ملک بن سکتی ہے۔ جس طرح تین دن کی بھوک اور پیاس کے بعد جان بچانے کے لئے سور کا گوشت کھالینا یا شراب پی لینا جائز ہو جاتا

ہے اسی طرح محترمہ فاطمہ جناح کی سربراہی بھی جائز ہے۔"

کتنے تکلیف دہ الفاظ ہیں یہ؟ کاش یہ دلیل سننے سے پہلے پوری قوم بہری ہو جاتی۔ اگر انجام میں شائع شدہ یہ الفاظ اسی طرح مولانا نے بیان کئے یا اپنی دلیل میں سور کے گوشت اور شراب کی مثال پیش کی تب مولانا کا فرض ہے کہ جوش تخاطب میں ان سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے اس کے لئے پوری قوم سے معافی مانگیں اور خود محترمہ کے سامنے جا کر ہاتھ جوڑ کر ان سے معافی طلب کرنے کے بعد آئندہ کے لئے اس قسم کے جوشِ بیان سے محتاط رہنے کا وعدہ کریں۔ (نقاد کراچی دسمبر ۶۴ء)

مودودی کے فیصلہ پر ابلیس کا تبصرہ

"۱۴ اکتوبر لیجئے صاحب! آج ایک ایسی خبر آئی ہے کہ اگر میری جگہ کوئی آدم زاد ہوتا تو اسے سن کر اپنا سر پھوڑ لیتا۔ خدا ہی جانے آج کا یہ آدمی اسلام کا کیا حشر بنا کے چھوڑے گا۔ میں لاکھ شیطان سہی مگر مجھے کبھی جرأت نہ ہوئی کہ اسلامی احکام کی ترجمانی اپنی ضرورت کے مطابق کر لوں۔ مثلاً:

آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے اللہ کے رسول نے کہا کہ "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس نے عورت کو اپنا حاکم بنا لیا۔" اور اب پچھلے ہفتہ جماعتِ اسلامی کے رہنماؤں نے جمع ہو کر یہ حکم صادر کر دیا کہ عورت کی حاکمیت کو اسلام نے منع نہیں کیا۔ اس اعلان کے تین دن بعد ہی حیدر آباد کے امیر جماعتِ اسلامی نے کہہ دیا۔ کہ ہماری آخری منزل اسلامی نظامِ حیات ہے۔

بتایئے! جو بھی ان متضاد باتوں کو سنے گا۔ اپنا سر پیٹ لے گا یا نہیں؟ رسول کا کہنا عورت کو حاکم بنانا قومی ترقی کو بالکل بند کر دیتا ہے۔ جماعتِ اسلامی کے رہنماؤں کا فیصلہ ہوتا ہے کہ عورت کو حاکم بنانے میں اب کوئی حرج نہیں حالات کا تقاضا۔ ہے کہ عورت کو حاکم بنایا جائے۔ اور انہی کا ایک بھائی کہتا ہے کہ ہماری منزل اسلامی نظامِ حیات ہے اس کا تو مطلب یہ ہے کہ بدلتے ہوئے حالات کے لحاظ سے اسلامی احکام اور اصول بدلنے میں کوئی حرج نہیں۔

لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ شراب اور جوئے کو جس زمانہ میں اسلام نے حرام قرار دے دیا تھا وہ زمانہ کچھ اور تھا۔ اب حالات کا تقاضہ ہے کہ شراب اور جوا حرام نہ رہیں حلال

کر دیے جائیں۔ کیونکہ اس وقت شراب بھٹیوں میں بنا کرتی تھی جوا کنکر پتھر کے ذریعہ کھیلا جاتا تھا۔ اب شراب کروڑوں روپے کی مشینوں کے ذریعہ سائنٹفک اصولوں پر تیار ہوتی ہے اور جوا گھوڑوں اور تاشوں' شرطوں' شطرنج' ٹینس اور دوسرے ترقی یافتہ طریقوں کے ذریعہ کھیلا جاتا ہے لہٰذا...... جی ہاں! لہٰذا...... کیوں بھئی جماعتِ اسلامی کے عظیم رہنماؤ! میرے دلائل میں وزن ہے یا نہیں؟" (ابلیس کا روزنامچہ۔ از نقاد دسمبر ۱۹۶۴ء)

مودودی عقیدہ :	"اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے۔" (تفہیمات ص ۱۶۳)

جانور صدرِ مملکت

"حقیقت یہ ہے کہ مسٹر ایوب خان صاحب اور ان کی حکومت نے اس جماعت کو جس قدر ستایا اور رلایا ہے۔ کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوا۔ اس کے باوجود ہر عزیز و ذلیل برابر حکمت عملی اور مصلحت بینی کا راگ الاپتے ہی رہے۔ جیل سے رہائی کے اچھے دن الیکشن کے دورنے پیدا کر دیے۔ جب آزادی ملی تو دل جلوں کیلئے یہی موقعہ انتقام کا ملا۔ وہ تو مسٹر ایوب خاں صاحب کے مقابلہ میں خوش نصیبی سے ایک عورت بے پردہ سی' مخالف عقیدہ سی "قاعدہ" سی جو نکاح سے مایوس ہو چکی ہے۔ اگر کسی جانور کو کھڑا کیا جاتا تو برابر یہ حضرات اس کو سربراہِ مملکت بنانے کیلئے آیات و روایات کی آڑ لے کر دلائل فراہم کر لیتے۔ معاملہ چونکہ انتقام ٹھہرا۔ (المنبر لائل پور (۲۷/۲۰ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ)

سب سے زیادہ مضر جماعت

"جماعتِ اسلامی کے متعلق تو ہماری ایماندارانہ رائے یہ ہے کہ اس وقت اسلام کیلئے اس ملک میں اس سے زیادہ مضر جماعت کوئی نہیں ہے متحدہ محاذ کی اسلام دشمن جماعتیں اسلام کی مخالفت بے دلیل کریں گی۔ اور جماعتِ اسلامی کے امیر صاحب اور انکے اتباع ان کے لئے اپنی نرالی فقاہت سے شرعی دلیلیں ایجاد کریں گے جہاں تک مس فاطمہ جناح کا تعلق ہے۔ نہ وہ مذہب کی مدعی ہیں' نہ فکراً و عملاً ان کو مذہب سے کبھی کوئی واسطہ رہا ہے ان کی طبعی مناسبت دین بیزاروں سے جتنی ہو سکتی ہے' دینداروں سے نہ اتنی ہوئی ہے۔ نہ

www.noorenabi.net

ہو سکتی ہے۔ آپ اگر ان کو اپنے ووٹ سے برسراقتدار لاتے ہیں تو اس کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ آپ نے انکی دین بیزاری کو بھی اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں مرد و زن کی کامل مساوات کے خالص مغربی نظریے کو اعتقاداً و عملاً تسلیم کر لیا۔ اس کا قدرتی ردِ عمل جو آپ کے معاشرے پر ہوگا۔ وہ یہ ہوگا کہ ان کے اقتدار کے چند دنوں کے اندر اندر آپ کا معاشرہ اتنا تبدیل ہو جائے گا کہ پھر قیامت تک اسکے اسلام کی طرف مڑنے یا موڑنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہ جائے گا۔ یہ جنگ جو آج اسلامیت و مغربیت میں ہو رہی ہے۔ وہ مغربیت کی فتح پر ختم ہو جائے گی۔ اور ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے گی۔" (روزنامہ مشرق لاہور ۶۴۔ ۱۲۔ ۲۳)

جماعت اسلامی کی اُلٹی منطق

○ اس نازک موقع پر اس بات کو بھی یاد رکھئے کہ دین اور عقل دونوں سے بعید تر جماعت اس ملک میں اگر کوئی ہے تو جماعتِ اسلامی ہے۔ یہ جماعت اب صحیح فکر اور صحیح عمل کی توفیق سے محروم ہو چکی ہے۔ اس کی ہر بات الٹی ہوتی ہے اور جو قدم بھی یہ اٹھاتی ہے۔ اس سے اپنی بے راہ روی اور ضلالت کا ثبوت مہیا کرتی ہے۔ اس جماعت نے مس فاطمہ جناح کی حمایت میں جو دلیل پیدا کی ہے اس کی بنیاد ملک کے موجودہ حالات کی نزاکت پر رکھی ہے' یعنی حالات بہت پیچیدہ اور نازک ہیں اس وجہ سے اسے مس فاطمہ جناح کی صدارت کی حمایت پر مجبور ہونا پڑا۔ غور کیجئے کہ نازک اور پیچیدہ حالات دنیا میں مردوں کے حل کرنے کے ہوتے ہیں۔ یا عورتوں کے؟ جس قوم کے مرد ملکی مسائل کی گتھیاں سلجھانے سے قاصر ہو جائیں گے کیا اس کے مسائل ایک عورت حل کرے گی؟ پھر اس سے زیادہ قابلِ ماتم بات یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو یہ لوگ مجبوری کا عذر پیش کرتے ہیں کہ جس طرح اضطرار میں کوئی جان بچالینے کے لئے خنزیر کھالیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے مس فاطمہ جناح کی صدارت گوارا کر لی ہے' دوسری طرف یہ حال ہے کہ ملتان میں اس جماعت کے قیم نے مس فاطمہ جناح کو "نورِ خدا" سے تشبیہ دی بتایئے' ہے ان دونوں باتوں میں کوئی مناسبت؟ جن لوگوں کو مس فاطمہ جناح کے اندر ہی نورِ خدا نظر آئے انہیں اور کہاں نورِ خدا نظر آسکتا ہے؟ یہ مس فاطمہ جناح کی خوبی نہیں ہے کہ آج ان کے اندر نورِ خدا پیدا ہو گیا ہے۔ بلکہ صرف

ان حضرات کی آنکھوں کی خیرگی کا کرشمہ ہے کہ انہیں ان کے اندر بھی نور خدا نظر آنے لگا ہے۔ جب کسی کی غیرت ایمانی مردہ اور بصیرت روحانی سلب ہو جاتی ہے تو اس کو اسی طرح کے عجائب نظر آتے ہیں۔ آخر دنیا نے گایوں اور بچھڑوں کی پوجا اور پتھروں اور مورتوں کی پرستش یوں ہی تو نہیں کی ہے!!" (روزنامہ مشرق ۶۴-۱۲-۲۳ حوالہ ماہنامہ میثاق لاہور)

غیر مسلموں کی حمایت

"جماعت اسلامی ان دنوں سیکولرازم کے حامی میاں افتخار الدین کے صاحبزادے میاں عارف افتخار کی حمایت کر رہی ہے۔ عارف صاحب تو پھر بھی مسلمان ہیں۔ جماعت تو ان دنوں مشرقی پاکستان میں محاذ کے غیر مسلم امیدواروں کی حمایت بھی کر رہی ہے۔"

(مشرق ۶۵-۳-۱۵)

مودودی عقیدہ :	"ابو نعیم اور احمد اور نسائی اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ یہ چالیس مرد جن کی قوت حضور کو عنایت کی گئی تھی۔ دنیا کے نہیں بلکہ جنت کے مرد ہیں اور جنت کے ہر مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت حاصل ہوگی۔ یہ سب باتیں خوش عقیدگی پر مبنی ہیں۔ اللہ کے نبی کی قوت باہ کا حساب لگانا مذاق سلیم پر بار ہے الخ (تفہیمات ص ۲۴۴)

مودودی اضطرار کی کہانی

اصلاحی صاحب کی زبانی

مودودی جماعت کے ایک بہت بڑے سابق ستون اور مودودی صاحب کے دست راست مولوی امین احسن صاحب اصلاحی لکھتے ہیں۔

"ہمارے ملک میں اسلام کا حلیہ بگاڑنے والوں کا ایک گروہ تو جدید تعلیم کی بدولت بہت پہلے سے پیدا ہو چکا ہے اور اس کی کوششوں سے مذہب کے خلاف آئے دن نت نئے فتنے اٹھتے ہی رہتے تھے لیکن جب سے جماعت اسلامی نے سیاست بازی کے میدان میں قدم رکھا ہے اس نے تحریف مذہب کے ایسے ایسے اصول ایجاد کرنے شروع کر دیئے ہیں کہ اس میدان کے دوسرے تمام شاطروں کو اس نے مات دے دی ہے مغرب زدہ طبقہ جو

تحریف کرتا ہے۔ اس کے لئے وہ یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ جس چیز کو ماننا نہیں چاہتا' اس کا سرے سے مذہب ہونا ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اگر قرآن کی کوئی آیت اس کی مزاحم ہوتی ہے تو اس کی الٹی سیدھی کوئی تاویل کر دیتا ہے' اگر کوئی حدیث سامنے آتی ہے تو اس کو عجمی سازش قرار دے دیتا ہے۔ یہ شرارت بھی اگرچہ مذہب کے خلاف ایک بہت بڑی شرارت ہے لیکن ایک پہلو اس کا غنیمت ہے کہ اس سے تحریف کے لئے کسی مستقل فتنے کی بنیاد نہیں پڑتی لیکن جماعت اسلامی نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تحریف بھی کرتی ہے اور اس تحریف کے ساتھ تحریف کے لئے ایک مستقل اصول بھی وضع کر دیتی ہے تاکہ اس سے برابر انڈے بچے پیدا ہوتے رہیں۔

اس جماعت نے پہلے تو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بے شمار کتابیں لکھ لکھ کر چھاپیں ملک کے کونے کونے میں ان کو پھیلایا۔ اس کے کارکنوں نے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ کتابیں مطالعہ کرائیں لیکن اب جبکہ اس کا اپنا ہی پھیلایا ہوا لٹریچر اس کے سیاسی اغراض کی راہ میں مزاحم ہو رہا ہے' اور اسے ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنی ہی حرام ٹھہرائی ہوئی بعض چیزوں کو جائز قرار دے تو اسکے لئے اس نے جھٹ ایک اصول گھڑ دیا کہ دین میں جو چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن کی حرمت' ابدی اور قطعی ہے' ان کی حرمت کسی حالت میں حلت سے نہیں بدل سکتی۔ دوسری وہ ہیں جن کی حرمت شدید ضرورت (اضطرار) کی حالت میں حلت سے تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔ اس اصول کے تحت جماعت کے لئے یہ بات بالکل جائز ہے کہ جب اس کو شدید ضرورت پیش آجائے' وہ دین کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے (جس کی حرمت اسے خود بھی تسلیم ہے) کسی چیز کو جائز قرار دے لیا کرے۔

شریعت کا ہر علم رکھنے والا اس بات کو جانتا ہے کہ اکراہ یا اضطرار کے معنی شدید ضرورت کے نہیں ہیں۔ شدید ضرورت تو آدمی کو سردیوں میں گرم چادر کی' گرمیوں میں برف کی' غریب کو روپے کی' خوشحال کو کوٹھی اور کار کی پیش آتی ہی رہتی ہے لیکن یہ ضرورتیں اس اضطرار میں داخل نہیں ہیں جس میں شریعت نے کسی حرام سے فائدہ اٹھا لینے کی اجازت دی ہے۔ اکراہ یا اضطرار کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کو بے بسی کی ایسی حالت

پیش آجائے کہ دو حرام چیزوں میں کسی ایک کو اختیار کرنے کے سوا کوئی اور مفر باقی ہی نہ رہ جائے۔ اس صورت میں شریعت بلاشبہ اس بات کی رخصت دیتی ہے کہ آدمی دونوں حراموں میں سے اس حرام سے فائدہ اٹھالے جو نسبتاً اور مقابلۃً اہون ہے۔ حرام حرام کے درمیان یہ امتیاز ابدی اور غیر ابدی' یا قطعی اور غیر قطعی کی تقسیم کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ پیش آمدہ صورتِ حال میں ایک کے اشد اور دوسرے کے شدید ہونے کی بنا پر ہے۔ فرض کیجئے ایک شخص کی گردن پر تلوار رکھ دی جاتی ہے کہ وہ اگر کلمہ کفر نہیں کہتا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی تو اس کو رخصت ہے کہ وہ زبان سے کلمہ کفر نکال کر اپنی جان بچالے جائے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس صورت میں ایک مومن کی جان کے مقابل میں کلمہ کفر کہنے کی جو اجازت ہے تو اس وجہ سے نہیں ہے کہ کلمہ کفر کی حرمت غیر ابدی اور غیر قطعی ہے بلکہ صرف اس وجہ سے ہے کہ پیش آمدہ صورت میں اس کا اختیار کرنا نسبتاً اہون ہے۔ ورنہ کلمہ کفر کی حرمت کی ابدیت اور قطعیت میں کسی کلام کی گنجائش کہاں ہے؟ اسی طرح فرض کیجئے ایک شخص کی گردن پر چھری رکھ دی جاتی ہے کہ وہ کسی بے گناہ کو قتل کرے۔ ورنہ خود اس کو ذبح کر دیا جائے گا تو اس صورت میں چاہئے کہ وہ اپنا ذبح ہو جانا گوارا کرے۔ لیکن دوسرے کے خون ناحق کا بار اپنے سر نہ لے۔ اس کی وجہ بھی یہ نہیں ہے کہ ایک حرمت ابدی ہے اور دوسری غیر ابدی۔ ابدی دونوں ہیں' البتہ پیش آمدہ صورت میں مقابلۃً ایک اہون ہے۔

ان حضرات نے یہ بات سمجھنے میں بھی ٹھوکر کھائی ہے کہ شریعت کی کوئی حرمت "شدید ضرورت" کی حالت میں "حلت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔" حرمت حلت میں تبدیل ہو جاتی تو پھر قرآن کو "غیر باغ ولا عاد" کی شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ حرمت حلت میں تبدیل نہیں ہو جاتی۔ وہ بدستور باقی رہتی ہے البتہ بقدر سدِ رمق اس سے جان بچالینے کی رخصت ہو جاتی ہے۔ یہ رخصت' بہر حال رخصت ہے' عزیمت نہیں ہے۔ اس وجہ سے اگر کوئی شخص اضطرار میں کسی حرام سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو فائدہ اٹھالے لیکن اس کو یہ حق نہیں حاصل ہو جاتا کہ وہ اس حرام کا ایک ہوٹل کھول کر ساری دنیا کو دعوت دینا شروع کر دے کہ آؤ! لوگو' اضطرار پیش آگیا ہے' اس حرام کے لئے اپنے تن'

من' دھن قربان کرو۔ اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ نہ اضطرار ایسی حالت ہے جو خود اپنے ووٹوں سے اپنے اوپر مسلط کی جائے اور نہ کوئی حرام چیز مسلمانوں کے اندر یہ درجہ حاصل کرتی ہے کہ لوگ اس کے لئے تن من' دھن تینوں کی اکٹھی قربانیاں دینی شروع کردیں۔

یہ باتیں ہم نے بالکل پہلی مرتبہ جماعتِ اسلامی کے ان فقہاء کی زبان سے سنی ہیں!

اضطرار و اکراہ کو "شدید ضرورت" سے تعبیر کرنا اور شرعی حرمتوں کو ابدی اور غیر ابدی یا قطعی اور غیر قطعی کے دو الگ الگ خانوں میں بانٹ دینا محض تعبیر کی عامیانہ غلطی نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی شریعت کے خلاف یہ دیدہ و دانستہ ایک ایسی شرارت ہے جس کی اگر بروقت بیخ کنی نہ کی گئی تو یہ فتنہ بن کر بہت جلدی پوری شریعت کو اپنے لپیٹ میں لے لے گی۔ جو شخص بھی چاہے گا بڑی آسانی کے ساتھ کسی حرمت کے متعلق یہ کہہ دے گا کہ یہ ابدی اور قطعی حرمتوں میں سے نہیں ہے اور اس وقت اس کی شدید ضرورت لاحق ہو گئی ہے اس وجہ سے یہ حرمت اب حلت میں تبدیل ہو گئی۔ آج ہمارے ملک میں جتنے کام بھی خلاف شریعت ہو رہے ہیں' ان سب کے جواز کی دلیل اس اصول سے فراہم ہو سکتی ہے اور آئندہ جس حرمت کا بھی دروازہ کھولنا ہو' اس کے لئے یہ کنجی بے خطا ثابت ہو گی ہمارے متغربین اب تک شریعت کو ذبح کرنے کے لئے جو چھری استعمال کر رہے ہیں وہ نہایت کند ہے لیکن جماعتِ اسلامی کی چھوئی ہوئی یہ تیز چھری اگر کہیں ان کے ہاتھ لگ گئی تو پھر سمجھ لیجئے کہ جماعت کے اقتدار تک پہنچنے سے پہلے ہی ساری شریعت کا صفایا ہو جائے گا۔

اسلامی فقہ کا وہ پورا باب جو عورتوں سے متعلق تھا۔ وہ تو اس فتوے سے ان حضرات' نے خود ہی ختم کر دیا۔ بے پردگی' عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط' عورتوں کی اخباری تصاویر' مخلوط تعلیم' عورتوں اور مردوں کے کھیلوں میں مقابلے' دفاتر میں مردوں کے شانہ بشانہ عورتوں کی موجودگی اور اس قبیل کے دوسرے مسائل ان حضرات کے نہایت محبوب موضوعات تھے اور جماعت کے مقررین اور محررین ہر مجلس اور ہر تحریر میں ان عنوانات پر اپنی گرم گرم تحریروں اور تقریروں سے ارباب اقتدار کے خلاف حاضرین و قارئین کے ایمان گرمایا کرتے تھے' اب اس فتوے کے بعد یہ داستان تو ختم ہوئی اگر کچھ ابواب فقہ باقی رہ گئے ہیں تو اب ان پر بھی لب کشائی کی جرأت کم از کم یہ حضرات تو نہیں

کر سکتے۔ خود انہیں کی دلیل ان کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ہو گی۔

"ہر ایمان دار شخص اس امر کا اندازہ کر سکتا ہے کہ مس فاطمہ جناح کو جو شخص بھی ووٹ دے گا اس لئے نہیں دے گا کہ ان کے ہاتھوں ملک میں اسلامیت کو فروغ ہو گا۔ یا ملک کو استحکام حاصل ہو گا' یا بین الاقوامی مجلس میں پاکستان کا وقار بڑھے گا۔ بلکہ زیادہ تر وہ لوگ ان کو ووٹ دیں گے جن کی نگاہ میں ملک و ملت سے زیادہ اہمیت رکھنے والا مسئلہ ان کے مادر ملت ہونے کا ہے۔ یا وہ لوگ جن کو صدر ایوب سے اللہ واسطے کا بغض ہے یا پھر وہ لوگ جو اپنی سادہ لوحی یا پاکستان دشمنی کی وجہ سے جمہوریت اور انار کی میں امتیاز نہیں کرتے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ جن لوگوں نے اس سب سے زیادہ اہم سیاسی و اجتماعی مسئلے میں قوم کے ایک اندھے بہرے جذبہ عقیدت سے فائدہ اٹھانے کی سوچی' یہاں تک کہ اس کو ثواب ثابت کرنے کے لئے اپنے اوپر اضطرار طاری کر کے شریعت کے حرام کو بھی حلال بنایا' وہ کبھی دین و ملت کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ اپنے اغراض کے لئے ہر وہ خطرناک سے خطرناک کھیل کھیل سکتے ہیں جس سے ان کو اپنی غرض پوری ہوتی نظر آئے اگرچہ ملک اس سے تباہ ہو جائے۔......

"اس وقت یہی حضرات جو انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر ساری دنیا میں خالص اسلامی نظام قائم کرنے اٹھے تھے' مس فاطمہ جناح کی قیادت میں امریکی طرز جمہوریت کے مقابل میں برطانوی طرز کے پارلیمانی نظام کے حصول کے لئے تن' من' دھن تینوں کے ساتھ مصروف جہاد ہیں۔ اسلام اور اسلامی سب غائب ہو گئے وہ آغاز تھا یہ انجام ہے!

"مذہبی بے ضمیری کا یہ عالم ہے کہ جو لوگ کل تک گلی گلی میں لوگوں کو پیغمبر کا یہ قول سناتے پھر رہے تھے کہ عورت کی حکومت میں جینے سے زیر زمین دفن ہو جانا بہتر ہے۔ وہ "مادر ملت" کا جھنڈا اٹھائے اور ان کا نعرہ لگاتے پھر رہے ہیں۔ اور بے شرمی کا یہ عالم ہے کہ اس کو اقامت دینی کا جہاد قرار دے رہے ہیں۔

بہر حال جو لوگ آج شریعت کے ایک حرام کو اس دلیل سے جائز ٹھہرا رہے ہیں کہ اس حرام کے جائز کر لینے سے دین کی کامیابی کی راہیں کھلیں گی وہ اپنے آپ کو اللہ و رسول سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں۔ رسول ﷺ نے تو امت کو یہ تعلیم دی کہ جو قوم اپنی باگ ایک

عورت کے ہاتھ میں پکڑائے گی وہ کبھی فلاح نہیں پائے گی۔ یہ اس کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ شریعت کی ہر حرمت ابدی نہیں ہے۔ آج اگر فلاح حاصل کرنا چاہتے ہو تو مس فاطمہ جناح کو اپنا حکمران بناؤ۔ پیغمبر صادق علیہ السلام نے تو فرمایا کہ عورت کی حکومت میں جینے سے زمین میں گڑ جانا بہتر ہے۔ اور یہ دعوت دیتے ہیں کہ مس فاطمہ جناح کو صدر بنانے کیلئے تن من دھن کی قربانی دو۔ یہ کہتے ہیں کہ صدر ایوب کی حکومت میں فسق وفجور ہے' مس فاطمہ جناح اس کی اصلاح کریں گی' حالانکہ از روئے شریعت مس فاطمہ جناح کی صدارت بجائے خود ایک فسق ومعصیت ہے تو فسق سے فسق کی اصلاح کیا ہو گی؟

(ماہنامہ "میثاق" لاہور نومبر ۱۹۶۴ء)

مودودی جماعت کی کہانی

کوثر نیازی کی زبانی

"میں انتہائی غم واندوہ' سخت قلبی اذیت اور المناک ذہنی کرب کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہوں کہ میں نے جماعتِ اسلامی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس جماعت کے ساتھ سترہ سال کی طویل مدت تک وابستہ رہنے کے بعد قطع تعلق کا یہ فیصلہ کیوں کرنا پڑا۔ اس سوال کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ جس منزل تک پہنچنے کی جدوجہد جماعت اسلامی کا اصلی نصب العین تھا وہ منزل نہ صرف یہ کہ نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی ہے بلکہ جماعت کی مرکزی قیادت اسے بدستور غلط راہوں پر چلائے لیے جانے کی کوشش کر رہی ہے۔

میں کچھ عرصہ سے جماعتِ اسلامی کے داخلی نظم کی خامیوں' اس کی تباہ کن سیاسی پالیسیوں اور بعض گمراہ کن افکار و نظریات کے بارے میں اپنی بے اطمینانی اور بے چینی کا اظہار جماعتِ اسلامی پاکستان کے امیر مولانا مودودی صاحب سے زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں کرتا رہا ہوں اور میں نے پوری کوشش کی ہے کہ جماعت میں رہتے ہوئے اصلاح احوال کی کوشش کروں۔ مگر افسوس کہ میری یہ ساری کوششیں بے سود ثابت

ہوئیں اور بالآخر مجھے یہ تکلیف دہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے کہ میں جماعت سے اپنا تعلق منقطع کرلوں۔

حال ہی میں میں نے مولانا مودودی کے نام ایک مفصل مکتوب لکھا تھا' جس میں بڑی دردمندی کے ساتھ ان اصولی اور عملی خرابیوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ جو جماعت کے موجودہ طریق کار اور اس کی مرکزی قیادت کے طرز فکر و عمل سے رونما ہو رہی ہیں اور انہیں توجہ دلائی تھی کہ ان خرابیوں کے انسداد کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہماری تنظیم ملک و ملت اور دین و شریعت کی کوئی خدمت انجام دینے کی بجائے الٹا ان کی ضرر رسانی کا ذریعہ بن جائے گی۔ اس سلسلہ میں میں نے پاکستان بھر کے ارکان جماعت کا اجتماع بلانے کی تجویز بھی پیش کی تھی مگر مولانا مودودی نے اس مکتوب کے جواب میں جو طرز عمل اختیار کیا' وہ حد درجہ افسوسناک اور ان کے آمرانہ مزاج کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

جماعت کی دینی اور جمہوری حالت اس وقت یہ ہے کہ صدارتی انتخاب کے موقع پر پچھلے دنوں جماعت کی مجلس مشاورت نے جو قرارداد پاس کی تھی وہ جیل میں مولانا مودودی نے لکھی تھی اور اسے لفظ بلفظ مجلس مشاورت کا فیصلہ قرار دے کر جمہوریت کا منہ چڑایا گیا تھا۔ جماعت بنیادی جمہوریتوں پر تنقید اور بالغ رائے دہی کا مطالبہ کرتی ہے۔ مگر خود اس نے اپنے نظام میں اس طرح کی درجہ بندی قائم کر رکھی ہے کہ ہزاروں کارکنوں میں سے صرف پندرہ سو ارکان کو ووٹ کا حق دیتی ہے جماعت پر تنخواہ دار لیڈر شپ مسلط ہے' اس کا ہر پندرھواں رکن تنخواہ دار ہے۔ حد یہ ہے کہ اس کی ہیئت حاکمہ' مجلس عاملہ تک کے ارکان ایک آدھ کے سوا سب کے سب تنخواہ دار ہیں۔ اور مولانا مودودی انہیں شوریٰ میں سے نامزد کرتے ہیں۔ اگر کوئی رکن جماعت کی پالیسی تبدیل کرنے کے لئے جماعت کے اندر بھی اظہار رائے کردے تو وہ جماعتی دستور کی رو سے جماعت کا عہدے دار نہیں رہ سکتا' سیاسی بے تدبیریوں کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو واضح اصولی اور بنیادی اختلافات اور ارکان جماعت کی بے چینی کے باوجود جماعت متحدہ محاذ میں شامل ہوگئی اور دوسری طرف صرف ایک ٹکٹ نہ ملنے کی وجہ سے اس نے محاذ میں رہتے

ہوئے محاذ کے پارلیمانی بورڈ سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

جماعت اسلامی کے بگاڑ کا مسئلہ اگر سیاسی میدان تک ہی محدود رہتا تو ممکن تھا کہ اسے مزید کچھ دیر کے لئے برداشت کرنے کی کوشش کی جاتی لیکن بدقسمتی سے نوبت اب یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ کہ سیاسی مصلحتوں کیلئے واضح شرعی حرمتوں کو سراسر غلط اور ناجائز طور پر "ابدی" اور "غیر ابدی" حرمتوں میں تقسیم کرنے کی جسارت کی جارہی ہے اور جماعت کے جبری نظام میں اس کے خلاف آواز اٹھانے کی گنجائش بھی نہیں چھوڑی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی جو ابتدائی دور میں بلاشبہ ایک بااصول دینی جماعت تھی' اب ایک دینی جماعت تو در کنار' ایک بااصول سیاسی پارٹی کے مقام سے بھی گر چکی ہے اور دینی و اصلاحی معاملات میں اس کی سرگرمیاں بالکل برائے نام رہ گئی ہیں۔ جماعت کے مخلص کارکنوں کی میرے دل میں اب بھی بے حد قدر ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ کچھ یہ اپنے اندھا دھند اعتماد کی وجہ سے اور کچھ جماعت کے موجودہ آمرانہ نظام کی وجہ سے بالکل بے بس بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں اور ان کی طرف سے جماعت کی غلط روش کو تبدیل کرنے کی کوئی کوشش مؤثر نہیں ہو سکتی۔"

اس بیان کے ساتھ میں اپنا مفصل مکتوب اس کے جواب میں مولانا مودودی کا خط اور اپنے استعفیٰ کی نقول بھی پریس کے حوالہ کر رہا ہوں' تاکہ جماعت سے دلچسپی رکھنے والا باشعور طبقہ خود یہ فیصلہ کر سکے کہ ان حالات میں میرے لیے اس کے سوا اور کیا چارہ کار باقی رہ گیا تھا کہ میں جماعت سے مستعفی ہو جاؤں۔ (کوثر نیازی ۲۱ فروری ۶۵ء)

○ "ہم (جماعت اسلامی) نے ۱۹۴۹ء کی انتخابی پالیسی سے لے کر عورت کے مسئلہ صدارت تک ہر متضادبات کے لئے جس طرح نصوص قرآن و حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس کے بعد اس ملک میں کوئی ذی فہم آدمی ہماری پیش کردہ دینی اور اصلاحی دعوت پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں' تضادات کا شکار ہوئے جانے کے سارے ادوار آپ سے بڑھ کر کس پر روشن ہوں گے۔ پہلے ہم نے امیدواری کو حرام قرار دیا۔ اس کے لئے صحابہ تک کی کسی جلیل القدر شخصیت میں امیدواری کا کوئی پہلو ہمارے سامنے

پیش کیا گیا تو ہم نے اپنی اجتہادی رائے کو نص کا درجہ دے کر اس پر تنقید کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ مگر اب ہم اپوزیشن کے ساتھ مل کر امیدواروں سے خود درخواستیں طلب کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ صالح نمائندہ پنچایتی سسٹم سے آئے۔ جس جماعت یا گروہ سے بھی تعلق رکھتا ہو۔ پھر ہم نے صالح نمائندوں کو جماعت کے دائرے میں مخصوص کر دیا۔ پہلے ہم پارٹی ٹکٹ کو لعنت کہتے تھے' اب محاذ کے ساتھ شریک ہو کر "غیر صالحین" کو بھی ٹکٹ بانٹ رہے ہیں۔ ہم نوٹ پر قائداعظم کی تصویر چھاپنے پر سخت برہم تھے۔ صدارتی انتخاب میں ہمارے کارکنوں نے ان کی بہن کے تصویری ووچر گلی گلی فروخت کیے۔ پہلے ہم نے صدارتی سے بھی بڑھ کر اماراتی تصور خلافت پیش کیا تھا' اب ہم پارلیمانی نظام جمہوریت کو اسلامی قرار دیتے ہیں۔ پہلے ہم اسمبلیوں میں اراکین کی الگ پارٹیاں بنانے کو غیر اسلامی قرار دیتے تھے بعد میں ہم نے خود اس پر عمل کیا۔ پہلے ہم مخلوط جلسوں میں شریک نہیں ہوتے تھے اب مخلوط جلسوں کی صدارت کرتے اور ان میں تقریر کرتے ہیں۔ پہلے ہم علماء کے اتحاد کی کوشش کرتے اور موجودہ پارٹیوں کو ساتھ ملانا غلط سمجھتے تھے اب علماء کے اتحاد سے بے نیاز اور سیاسی پارٹیوں کے محاذ کو مضبوط کرنا تقاضائے اسلام کہتے ہیں۔ پہلے ہم خواتین کو ووٹ کا حق دینے میں راضی نہ تھے اب ان کی صدارت تک کے لئے کوشش کرتے۔ پہلے ہم اپوا کے زبردست ناقد تھے اب انہی کا ایک حصہ متحدہ حزب اختلاف کی خواتین کمیٹی کی صورت میں منظم ہوا ہے۔ تو ہمارے اکابرین کی بیگمات ان کے جلسوں سے خطاب فرماتی ہیں' پہلے ہم طلباء کو عملی سیاست میں حصہ لینے سے روکتے تھے اب ان سے عملی سیاست میں شریک ہونے کی اپیلیں کرتے ہیں۔ پہلے ہم جلوسوں اور نعروں کو غیر اسلامی کہتے تھے۔ اب غلاف کعبہ تک کے جلوس نکالتے اور اپنے رہنماؤں کے لئے زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں پہلے ہم ان انسانی (غیر اسلامی) قوانین پر چلنے والی عدالتوں میں مقدمات لے جانا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے اب انہی عدالتوں کو ہم عدل و انصاف کا محافظ قرار دیتے ہیں پہلے ہم وکیلوں کو شیطانی برادری کا رکن سمجھتے تھے۔ اب انہی کو جمہوریت کا سرپرست کہتے ہیں۔

میں یہ عرض نہیں کرنا چاہتا کہ ہماری ان باتوں سے کون سی بات صحیح تھی اور کون

سی غلط۔ یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اور یقین مانیۓ انتہائی دکھ کے ساتھ میں نے جماعتی تاریخ کی طرف یہ اشارے کیۓ ہیں عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اتنے واضح تضادات کو وقت کی گردش کے ساتھ ساتھ ہم اسلامی اور دینی سمجھ کر چھوڑتے اور اختیار کرتے رہے ہیں۔ تو اب "ترک واختیار" کے ان مظاہروں کے بعد اپنے ارکان کے سوا کون ہمارے دینی فکر پر بھروسہ کرے گا؟"

جب میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کی اخلاقی حالت (میں اپنے آپ کو مستثنیٰ قرار نہیں دوں گا) انتہائی حد تک زوال پذیر ہو چکی ہے اور اس پہلو میں حالات روز بروز بد سے بد تر ہوتے جا رہے ہیں تو میری مایوسی اور شدید ہو جاتی ہے۔ میں نے اس سلسلے میں کئی مرتبہ آپ کو توجہ دلائی ہے اور مجھے یاد ہے ہر بار آپ دل گرفتہ ہو کر سر تھام کر بیٹھ جاتے تھے اور اعتراف کر لیتے تھے کہ یہ سب کچھ آپ کو معلوم ہے۔ مگر آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ ۳۱ اکتوبر ۶۳ء کو اپنے منصب سے مستعفی ہوتے وقت میں نے تحریری طور پر عرض کیا تھا کہ:

"میں عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ احیائے دین کا کام کرنے کے لئے جو کم سے کم ضروری صفات ہم میں ہونی چاہئیں۔ ہماری عملی زندگی ان کی شہادت نہیں دیتی۔ جماعت کے دروبست پر قابض بھاری بھاری مشاہرے لینے والے ہمارے بعض رہنما ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے' الزامات عائد کرنے اور چغلی اور غیبت کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ بعضوں کی بول چال تک آپس میں بند ہے یہ ایک دوسرے پر جماعت کے اندر گروپ بندی تک کے الزامات لگاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ "گیلانی برادران" اور "کراچی گروپ" وغیرہ کی افسوسناک اصطلاحیں آپ کے کانوں کے لئے بھی اجنبی نہیں ہوں گی۔ اختلاف رائے کو برداشت نہیں کیا جاتا ہاں میں ہاں ملانے والے' علم دین سے کورے اور عربی زبان سے بالکل نابلد افراد کو جماعت کی صف اول میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ تقویٰ' علم دین اور دوسرے خصائص ہماری نگاہ میں ثانوی بنتے جا رہے ہیں۔ اب "نائب امیر" کے منصب کے لئے بھی ہماری نگاہ جاتی ہے۔ تو چوہدری غلام محمد صاحب جیسے رفیق پر جاتی ہے جو بیچارے علم دین تو بڑی بات ہے اُردو کے چند فقرے بھی صحیح نہیں بول سکتے۔ میں چونکہ ایسے لوگوں کی سربراہی سے اختلاف کرنے کا قصوروار ہوں' ان خرابیوں کا ناقد ہوں'

چوہدری صاحب کی شائع کردہ ایک کتاب "فقہ السنہ" پر بے لاگ تبصرہ کر چکا ہوں۔ اس لئے مجھے اس جرم کی سزا مرکزی شوریٰ کے ہر اجلاس پر بھگتنی پڑتی ہے' جگہ جگہ میرے بارے میں نجویٰ کیا جاتا ہے۔ جس کی صفائی پیش کرتے کرتے اب قریب قریب عاجز آچکا ہوں۔ یہ صورت حال یقیناً آپ سے بھی مخفی نہیں۔ سخت افسوسناک ہے' ہماری تنظیم میں یہ رجحانات ہمارے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں اور اس وقت ملک میں لوگ اگر ہمارے باہمی تعاون اور تعلقات کے مداح ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ دوسری جماعتوں کی طرح ہمارے اندرونی حالات خوش قسمتی سے اخبارات میں شائع نہیں ہوتے۔

اندریں حالات میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں جماعت میں اپنے منصب اور ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں' جماعت کے جلسہ ہائے عام سے خطاب نہ کروں۔ ایک معمولی رکن کی حیثیت سے خدمت انجام دیتا رہوں تاکہ جماعت میں جو لوگ اپنی بیش قیمت صلاحیتیں خواہ مخواہ مجھے بدنام کرنے میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے تسکین دل کا سامان فراہم ہو سکے۔

یہ ۳۱ اکتوبر ۶۲ء کی تحریر ہے۔ آج تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد ان خرابیوں میں اضافہ ہی ہوا ہے کمی نہیں ہوئی' باہمی عداوتیں ترقی پر ہیں لین دین کے معاملات میں کارکن تو ایک طرف رہے ہمارے رہنما تک افسوسناک کردار رکھتے ہیں۔ امانتیں ضائع ہو رہی ہیں' عشر اور زکوٰۃ کی رقوم خالص سیاسی اور انتخابی مہمات اور ہمہ وقتی کارکنوں کی تنخواہوں پر صرف کی جا رہی ہیں۔ رائج الوقت سیاسی حشیتیں اتنی مرغوب ہو چکی ہیں کہ ہماری مجالس میں خدا اور رسول کا تذکرہ بھی برائے بیت رہ گیا ہے۔ عبادات میں ہم سخت تساہل کا شکار ہیں اور شاید یہ بھی ہمارے لٹریچر کا غیر شعوری اثر ہے جس میں عبادات کو مقصود کے لئے ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔"

○ ہم نے اپنے کارکنوں کو (الا ماشاء اللہ) جو ذہن دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدمت خلق کا کام سیاسی نتائج حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور بس ہم نے ہمیشہ اپنے شفا خانوں اور خدمت خلق کے دوسرے کاموں کو جماعت کے اثر و رسوخ اور سیاسی مواقع کے حصول کے پیمانے سے ناپا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی سیاسی اور ہنگامی مقصد کے بغیر ہم خدمت

خلق کا کوئی بھی منصوبہ زیر عمل نہیں لا سکتے۔

o مولانا مکرم! یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ تجدید و احیائے دین کا کام کرنے کے لئے اولین ضرورت یہ محسوس فرماتے ہیں کہ صدیوں پہلے فوت ہونے والے ان نفوسِ قدسیہ پر شدید ترین تنقید کریں۔ جو تقویٰ' للّٰہیت' اخلاص اور دین کے لئے ایثار کرنے میں ضرب المثل ہوں۔ اور پھر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آپ مستقل تصانیف شائع فرمائیں' لیکن اگر کوئی شخص دیانتداری سے مسلسل تجربات و شواہد کے بعد آپ کے بارے میں یہ رائے قائم کرے کہ آپ کا طرز عمل غلط' دین کے خلاف یا مسلمانوں کے لئے گمراہ کن ہے اور وہ اپنی اس رائے کو باقاعدہ دلائل کے ساتھ پیش کرے تو آپ اس شخص کے بارے میں یہ فتویٰ صادر فرمادیں کہ یہ اخلاص اور للّٰہیت سے محروم ہو چکا ہے اور بعض "دوسرے محرکات" کے تحت یہ کام کر رہا ہے۔" (کوثر نیازی بنام مودودی)

(ماخوذ بصرف از ہفت روزہ شہاب ۲۸ فروری ۱۹۶۵ء)

"عشر و زکوٰۃ اور سیاسی مہمات"

"ہمیں تو بات مسئلہ زکوٰۃ کی کرنی ہے کہ دین پر کسی کی اجارہ داری نہیں اور اس کا تعلق محض مولانا محترم (مودودی) کی جماعت ہی سے نہیں تمام مسلمانوں سے ہے۔

مولانا نے یہ تو تسلیم فرمالیا کہ ہم عشر و زکوٰۃ کو اپنی سیاسی و انتخابی مہمات پر صرف کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا کہ یہ ہمارے نزدیک بالکل جائز اور مباح ہے مگر اس کے لئے انہوں نے قرآن و حدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی محض یہ کہہ دینا کہ جماعت جہاد کر رہی ہے اور جہاد چونکہ فی سبیل اللہ کی مد میں شامل ہے اس لئے اس پر زکوٰۃ بھی خرچ ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں کو تو مطمئن کر سکتا ہے جو "مستند ہے ان کا فرمایا ہوا" کے قائل ہیں لیکن اس سے عام مسلمانوں کی ہرگز تسلی نہیں ہو سکتی جو دین میں کسی لیڈر' اور عالم کو حجت ماننے کی بجائے صرف کتاب و سنت کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ "سلطان جابر" کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ عوامی لیگ' نیشنل عوامی پارٹی' نظام اسلام پارٹی اور کونسل مسلم

لیگ والے موجودہ حکمرانوں کو "سلطان جابر" قرار دیتے ہیں اور اپنے خیال میں ان پر تنقید کر کے وہ اسی حدیث کے مصداق بنتے ہیں کیا مولانا ان جماعتوں کو بھی یہ حق دینے کیلئے تیار ہیں۔ کہ عشر و زکوٰۃ اور صدقات کو اپنی اپنی سیاسی اور انتخابی مہموں پر صرف کریں؟

کنونشن مسلم لیگ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی اور فلاحی مملکت بنانا چاہتی ہے اور متحدہ محاذ کے اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کر کے فریضۂ جہاد ادا کر رہی ہے کیا حضرت مولانا کنونشن لیگ والوں کو بھی اس مسلک پر عمل پیرا ہونے کی اجازت عطا فرمائیں گے؟

اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہوگا تو کیا یہ بتایا جاسکے گا کہ جو حق مولانا اپنی جماعت کیلئے طلب فرما رہے ہیں دوسری جماعتیں اس سے کیوں محروم ہیں؟ اس "وسیع" اور "فیاضانہ" طرز فکر کا نتیجہ تو یہی نکلے گا کہ ہر جماعت حصول اقتدار کیلئے زکوٰۃ اکٹھی کرے گی اور اسے جلسوں، پوسٹروں اور تنخواہوں میں جھونک دینے کے بعد ان غرباء کو پہلے سے کہیں زیادہ بے سہارا بنا دے گی جو زکوٰۃ کی رقوم کے بل پر آج بھی زندگی کے برے بھلے دن گزار رہے ہیں۔

ایک مراسلہ نگار ڈاکٹر محمد سعید صاحب سرگودھا میں جماعت کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں انہوں نے انتخابات پر زکوٰۃ و عشر کی رقوم خرچ کرنے کا جواز مہیا کرنے کے لئے دلیل یہ دی ہے کہ۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے غزوات اور خلفائے راشدین کے معرکہ ہائے جہاد میں بھی تو زکوٰۃ اور عشر کی رقمیں خرچ کی جاتی تھیں۔ آخر ہم انہیں انتخابات وغیرہ پر کیوں خرچ نہ کریں۔

ہم تو سچ پوچھئے یہ نظریہ پڑھ کر کانپ ہی گئے! کہاں رسول اللہ ﷺ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے جہاد اور کہاں یہ گندے انتخابات جن میں جماعت نے فساق و فجار کی بھی علی الاعلان حمایت کی ان لوگوں کو بھی ووٹ دیئے اور دلائے جن کے شب و روز زناکاری اور شراب نوشی میں بسر ہوتے ہیں اس نظریہ کا ترجمہ تو یہ ہوا کہ العیاذ باللہ خاکم بدہن عہد نبوی کے غزوات وہی مرتبہ و حیثیت رکھتے ہیں جو جماعت اسلامی کی انتخابی مہمات اور آج

ان انتخابات میں جو لوگ جماعت کے مدِ مقابل ہیں وہ ویسے ہی ہیں جیسے ابو جہل و ابو لہب' کاش! یہ حضرات اس بات کو فراموش نہ کرتے کہ زکوٰۃ ایک رکن اسلامی اور دین کا ایک بنیادی فریضہ ہے' قرآن و سنت نے اس کیلئے مصارف کی باقاعدہ مدات معین کی ہیں ان میں ترمیم کرنا دین میں تحریف کرنے کے برابر ہے۔ دین کوئی سائنس نہیں کہ آپ اس میں نئے نئے نظریات ایجاد کر کے داد و تحسین حاصل کریں۔ آپ سچے ہیں تو ادب و انشا اور فصاحت و بلاغت کے چٹکلوں کی بجائے اپنے نظریہ کی تائید میں قرآن و حدیث کی نصوص امت کا تعامل اور ائمہ و فقہاء کے افکار پیش فرمائیں۔ (ہفت روزہ شہاب لاہور ۷۵-۳-۱۱)

چودہ طبق روشن ہو گئے

"مدیر شہاب نے جماعت اسلامی سے مستعفی ہونے اور مولانا مودودی سے اپنے خط و کتابت منظر عام پر لانے کا جو جرم کیا ہے۔ اس پر چودہ طبق روشن ہو گئے ہیں' اب تک اسے ایک سو سے زائد خط وصول ہوئے ہیں۔ اور چونکہ پچھلے دنوں ڈاک کا نظام ابتر رہا ہے۔ اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ ابھی کتنا ذخیرہ مراسلوں کا محکمہ ڈاک کی تحویل میں ہے۔ جن حضرات نے اس اقدام کی تائید کی ہے۔ اگرچہ ان کے مکتوب بھی تعداد میں اس سے کم نہیں۔ مگر جو زبان راقم کے ساتھ رفقاء نے استعمال کی ہے۔ اس کا تو جواب ہی نہیں۔ ہم دنیا بھر کو رواداری' جمہوریت اور اختلاف رائے کو برداشت کرنے کا درس دیتے رہے۔ اور جب کبھی ہماری سخت سے سخت تنقید کے جواب میں اربابِ اقتدار نے ہم پر کوئی الزام لگایا۔ ہم نے انہیں آزادیٔ اظہار رائے کا قاتل ٹھہرایا۔ مگر یہ اندازہ نہ تھا کہ خود ہمارے اپنے ہاں جو مزاج پرورش پا رہا ہے۔ وہ کسی محتاط سے محتاط انداز میں بھی اظہار اختلاف کو برداشت نہیں کرتا۔ اختلاف کرنے والے کو ہر رائج الوقت گالی سے سرفراز فرماتا ہے۔ ان معدودے چند اصحاب کو چھوڑ کر جنہوں نے اپنے خطوط کو نہ چھاپنے کی تاکید کرتے ہوئے مدیر شہاب کے تجزیہ سے تو اتفاق کیا ہے۔ بلکہ تائید میں خود اپنے مشاہدات بھی پیش کئے ہیں۔ لیکن ان کی خواہش یہ ہے کہ جماعت کے اندر رہ کر اس کی اصلاح کی جائے (اور ہم

ان نیک دل دوستوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اندر رہ کر اپنے خطوط میں لکھے ہوئے یہی خیالات ظاہر فرمائیں۔ انشاء اللہ ان سے بھی استعفیٰ طلب کر لیا جائے گا) باقی سبھی حضرات کا انداز بیان ایک ہی ہے۔ جو آدمی جماعت کو چھوڑنے سے چند منٹ پہلے "صالح" اور "ہر طرح قابل اعتماد" تھا وہی جماعت کو چھوڑنے کے چند منٹ بعد دنیا بھر کی برائیوں کا مجموعہ نظر آنے لگا۔ مختصراً یہ ہے اخلاق مجیدہ اور اوصاف حمیدہ کا وہ طول و عرض! جو اقامت دین کا نصب العین رکھنے والے ان ضرورت سے زیادہ جوشیلے اور جذباتی کارکنوں کا اثاثہ ہے۔ جماعت سے اختلاف کرنے والے' اس سے نکلنے والے بلکہ اس کے دائرہ سے باہر ہر آدمی کا ایمان مشکوک اور قابل فروخت ہے۔ اس کی ہر دلیل کا جواب ایک گھناؤنے الزام کے سوا کچھ نہیں' اس کا گوشت حلال اور اس کی آبرو مباح ہے۔ اس کے متعلق برے سے برا گمان قائم کرنا اور پھر اس کی نشر و اشاعت کرنا جائز ہی نہیں۔ دین کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ جو لوگ جماعت اسلامی میں رہ کر اس کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں وہ غور فرمائیں کہ کیا۔ یہی وہ اخلاق و کردار ہے۔ جس کے بل پر "تمام پچھلے مجددین کی خامیوں کا ازالہ" ہو گا اور بد اخلاق و بے اخلاق معاشرہ کی کامل اصلاح ہو گی؟ تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس طرح کے جذباتی اور انتہا پسند لوگ ملک و ملت کی صلاح و فلاح کے دعووں سے اپنا کام شروع کرتے ہیں۔ لیکن آخر کار ایک چھوٹا موٹا فرقہ بن کر ختم ہو جاتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار (شہاب ۶۵-۳-۔)

گھر کا بھیدی

"کوثر نیازی صاحب بھی ایک عرصے تک ان لوگوں میں شامل رہے جنہیں جماعت اسلامی سے اصولی اختلاف بھی ناگوار گزرتا ہے' اور جو مولانا مودودی یا جماعت اسلامی پر تنقید برداشت نہیں کر سکتے۔ مگر اب انہوں نے وہ تمام باتیں اور وہ بھی سخت الفاظ میں دہرا دی ہیں جو مختلف حلقے دبے لفظوں میں کہتے رہتے تھے۔ مثلاً کوثر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ ० جماعت اسلامی پر آمریت مسلط ہے۔ اختلاف رائے پر قدغن ہے۔ ० وہ ایک دینی جماعت تو در کنار ایک بااصول سیاسی جماعت بھی نہیں ہے۔ ० وہ اگر رفاہ عامہ کے لئے کام

کرتی ہے۔ تو سیاسی اثر و رسوخ بڑھانے کی خاطر وہ خدمت خلق کو بھی سیاسی مواقع اور نتائج کی روشنی میں دیکھتی ہے یہ اور اس نوع کے بے شمار دوسرے الزامات زبان زد خاص و عام ہیں لیکن جماعت اسلامی کی داخلی سیاست بڑی حد تک راز تھی۔ مولانا کوثر نیازی نے اس پر سے بھی پردہ اٹھادیا ہے۔

جماعت اسلامی پر غالباً سب سے سنگین الزام یہ ہے کہ ○ لین دین کے معاملات میں کارکن تو ایک طرف رہے (جماعتِ اسلامی کے) رہنما تک افسوسناک کردار رکھتے ہیں۔ ○ امانتیں ضائع ہو رہی ہیں۔ عشر اور زکوٰۃ کی رقوم خالص سیاسی اور انتخابی مسمات اور ہمہ وقتی کارکنوں کی تنخواہوں پر صرف ہو رہی ہیں ○ اور پھر یہ کہ "رائج الوقت سیاسی تکنیں جماعتِ اسلامی کے لیڈروں کو اس قدر مرغوب ہو چکی ہیں کہ ان کی مجالس میں خدا اور رسول کا تذکرہ برائے بیت رہ گیا ہے۔ ○ عبادات میں سخت تساہل برتا جاتا ہے اور شاید یہ بھی (جماعت کے) لٹریچر کا غیر شعوری اثر ہے جس میں عبادات کو مقصود کے لئے ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔" یہ الزام کسی عام سیاسی جماعت کے لئے بھی ناقابل برداشت ہے۔ مگر ایک ایسی جماعت کے لئے جو "اقامت دین" کو اپنا مقصود ٹھہراتی ہے۔ اور جو صرف اپنے لیڈروں اور کارکنوں کو ہی "صالح" تسلیم کرتی ہے۔ یہ الزام اگر درست ہے تو اسے منتشر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ جماعت اسلامی کا یہ پہلو بھی خاصا تاریک ہے۔ کہ اس کے قائدین میں اکثریت تنخواہ دار ملازمین کی ہے اور وہ بھی دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کی طرح مختلف دھڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے یہ صالح سیاست دان بھی تمام معروف حربے استعمال کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کی جماعتی سازشوں کا جال پھیلاتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی بھی ان حضرات میں سے ایک ہیں اور بظاہر وہ جماعت اسلامی کی داخلی سیاست میں مات کھا گئے ہیں۔ مگر ان کے عائد کردہ الزامات کا مدلل جواب دینا جماعتِ اسلامی اور اس کے لیڈروں کا فرض ہے۔ اگر وہ حسب سابق مہر بہ لب رہے یا انہوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ ایسی باتوں کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے۔ تو جماعتِ اسلامی کے لئے زندہ رہنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ بہت سے لوگ محض اس خوش

فہمی میں جماعت کا دامن تھامے ہیں کہ اس کے لیڈر "پاکباز مخلص 'امانت دار اور صالح"
ہیں۔ مولانا کوثر نیازی نے ان کی جو تصویر کھینچی ہے وہ بالکل مختلف ہے۔!"
(امروز لاہور ۲۳ فروری ۶۵ء)

مودودی جماعت کی رسوائی وزوال

"پاکستان کے صدارتی انتخابات کے دوران اپنی تصانیف و فتاوٰی اور اصول اسلام و کتاب و سنت کے نصوص صریحہ کے خلاف ایک بے پردہ وغیر صالحہ عورت کی قیادت و صدارت کی پر جوش حمایت وہمنوائی سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ نام نہاد "جماعتِ اسلامی" کے سربراہ مولوی مودودی ایک بہت بڑے ابن الوقت۔ سیاسی شاطر اور ضمیر فروش واقتدار پرست انسان ہیں۔ اور ان کا نظامِ اسلامی۔ دستورِ قرآنی اقامت دین امامتِ صالحہ اور اخلاق فاضلہ وغیرہ کا پر فریب نعرہ سراسر جھوٹ و نمائش اور دھوکہ و منافقت ہے۔ اور انہوں نے انتہائی بد دیانتی کے ساتھ اپنی نفسانی اغراض و مخصوص مفادات اور حصولِ اقتدار کے لئے دین و مذہب کو اپنا "آلۂ کار" بنایا ہے۔ ورنہ ان کے دل میں احکامِ دین کا احترام اور ان پر عمل کا کوئی جذبہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مودودی جماعت اپنی تنظیم و سرمایہ کے باوجود دن بدن روبزوال ہے اور مودودی قلعہ کے بڑے بڑے اہم ستون کے بعد دیگرے گرتے جارہے ہیں۔ اور جن لوگوں کے ضمیر میں زندگی کی کوئی معمولی سی رمق بھی باقی ہے وہ مودودی صاحب کی متضاد زندگی۔ دورنگی اور خلوت وجلوت کا تناقض دیکھ کر ایک ایک کر کے جماعت کو چھوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں مودودی صاحب کے پرانے نیاز مند کوثر نیازی صاحب بھی مودودی صاحب کے انہی تضادات کو دیکھ کر جماعت سے مستعفی ہوگئے ہیں۔ اور ان کا مودودی صاحب کے نام جو ایک طویل مکتوب و استعفا اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے مودودی جماعت کے متعلق نہایت اہم انکشافات فرمائے ہیں۔ اور مودودی جماعت کی ابن الوقتی اور دورخی و منافقت کو بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا ہے۔("رضائے مصطفٰی" ۳ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ)

مودودی عقیدہ :	"بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے" (تفہیمات ص ۳۰۲)

کوثر نیازی کی دیانت و کردار

"ہفت روزہ" شہاب لاہور کے ایڈیٹر مسٹر محمد حیات المعروف کوثر نیازی ریش بریدہ۔ انگریزی بال اور باتصویر ایک "ماڈرن" و آزاد خیال مولانا ہیں۔ جنہوں نے ایک مرتبہ ایک عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ :

○ "تصویر کشی اسلام میں جائز ہے اگر اس کے پیچھے کوئی غلط محرک نہ ہو۔"

○ "عورتوں اور مردوں کی (مخلوط) پارٹیوں میں اگر عورت شریفانہ لباس زیب تن کرتی ہے تو وہ ماں بہن اور بیٹی ہے۔"

○ "اسلام میں فلمی صنعت کی ممانعت نہیں۔ (بشرطیکہ اسے تعلیمی اور تعمیری اغراض کے لئے استعمال کیا جائے۔" (نوائے وقت ۶۳-۱۲-۲۰)

(ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

کوثر نیازی مولوی مودودی کے ایک نہایت غالی مرید و معتقد اور ان کی جماعت کے ایسے پرجوش و سرگرم مبلغ و کارکن تھے کہ انہوں نے عورت کی صدارت کو حرام و باطل جاننے کے باوجود مودودی کی اندھی تقلید میں دیدہ و دانستہ اس حرام کو حلال اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور جہاں تک ہو سکتا تھا اس سلسلہ میں خلق خدا کو گمراہ کرنے اور مغالطہ و اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی۔ حد یہ ہے کہ مودودی کی طرح انہوں نے اپنے لکھے ہوئے کا بھی کوئی پاس و لحاظ نہیں کیا اور عورت کی صدارت کے خلاف سینکڑوں افراد کے سامنے قرآن و حدیث کے دلائل بیان کرنے اور پریس میں یہ بیان بھیجنے کے باوجود مودودی کے خود ساختہ جماعتی دستور کو ترجیح دی اور مودودی و عورت کی حمایت و قرآن و حدیث کی مخالفت میں اپنی زبان و قلم کا پورا زور صرف کر دیا اور "شہاب" میں مضامین باطلہ کا ایک مسلسل سلسلہ شروع کرنے کے علاوہ مودودی کے

فیصلہ اور عورت کی صدارت کی حمایت میں ایک نظریہ پیشکش کے طور پر:

"کیا عورت صدرِ مملکت بن سکتی ہے"

کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کر کے اسے نہایت کثرت کے ساتھ تقسیم کیا۔ حالانکہ اس سے قبل بنیادی جمہوریتوں کے انتخاب کے موقع پر کوثر صاحب نے ووٹ کی "شرعی حیثیت" کے نام سے "اہل امیدوار" کے جو اوصاف بیان کیے تھے ان میں اور مس فاطمہ جناح میں زمین و آسمان کل اور آج اور دن اور رات کا فرق تھا۔ مگر کوثر صاحب نے یہ سب کچھ جانتے سمجھتے بیان فرمانے اور شائع کرنے کے باوجود خدا تعالیٰ اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی بجائے مودودی کی خوشنودی کو مقدم سمجھا۔ اور تن من دھن اور تقریر و تحریر سے مودودی کے نظریہ باطل کی تائید و توثیق کی۔ اور اسے ہر ممکن طریقہ سے فروغ دے کر حق کی مخالفت و باطل کی حمایت کا پورا پورا مظاہرہ کیا۔ لیکن جب ان حضرات کی تمام کوشش و دوڑ دھوپ اور ہنگامہ و پراپیگنڈا کے باوجود اہلسنّت علماء و مشائخ کی برکت سے مس فاطمہ جناح انتخاب میں ناکام ہو گئیں۔ تو اب اس کے کچھ دنوں بعد کوثر نیازی صاحب مودودی جماعت کو برائیوں کا سرچشمہ قرار دے کر نہایت ڈرامائی طور پر اس سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ حالانکہ مودودی جماعت کی ہر برائی میں وہ برابر کے شریک و حصہ دار ہیں۔

نیت کا حال تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن جہاں تک ظاہر صورت حال اور کوثر صاحب کی دیانت و کردار کا تعلق ہے۔ ان کا یہ ڈرامائی استعفا "دال میں کچھ کالا ضرور ہے" کا آئینہ دار ہے۔ اس لئے ہم کوثر صاحب سے ان کی پوزیشن کی وضاحت کے لئے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ:

- جس طرح انہوں نے دیدہ و دانستہ وسیع پیمانہ پر لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ کیا اسی طرح وہ اپنی توبہ کی تشہیر اور مودودی جماعت کی گمراہی سے بچنے کی مسلسل تبلیغ کریں گے؟
- اگر مس فاطمہ جناح انتخاب میں کامیاب ہو جاتیں۔ تو کیا پھر بھی کوثر صاحب مودودی جماعت سے مستعفی ہو جاتے؟
- کیا مودودی جماعت سے ان کے استعفا کی یہ وجہ تو نہیں کہ مودودی جماعت چونکہ ناکام و ذلیل و رسوا ہو گئی ہے۔ اس لئے وہ مخصوص مفاد کے پیش نظر اپنی ساکھ حال

کرنے کے لئے اس سے باہر نکل آئے ہیں۔

○ جب کوثر صاحب دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور مودودی و فاطمہ جناح کی پیروی کرانے میں سرگرم عمل تھے اگر اس دوران میں ان کا انتقال ہو جاتا۔ تو خدا کے ہاں ان کا کیا جواب ہوتا؟

○ جو شخص دیدہ دانستہ باطل نظام کا مؤید و پیروکار رہا ہو۔ کیا وہ قابل اعتماد و ذمہ دار ثابت ہو سکتا ہے؟" (رضائے مصطفیٰ ۳ ذیقعد ۱۳۸۴ھ)

خاموشی کا بورڈ

"مولانا کوثر نیازی۔ ماشاء اللہ لاہور کی جانی پہچانی شخصیت ہیں جماعتِ اسلامی (کالعدم) سے ان کا رابطہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں آپ سابق جماعتِ اسلامی لاہور کے امیر رہ چکے ہیں۔ آپ میانوالی کی پیدائش ہیں۔ اگر ان کا ذکر ان کے شناسا حلقہ میں کیا جائے۔ تو حلقہ میں شامل تمام افراد بے اختیار مسکرا دیتے ہیں۔ آپ میانوالی بہت کم جاتے ہیں کیوں؟ یہ خود نیازی صاحب بہتر جانتے ہیں۔ قبول صورت ہونے کی وجہ سے مقبول تقریر کا بھرم رکھتے ہیں۔ اسلام کے نام پر بولتے ہیں اور خوب بولتے ہیں۔ لاہور کے مخصوص حلقہ میں آپ کا طوطی بولتا ہے۔ لیکن میانوالی میں جہاں کے یہ رہنے والے ہیں ایک طویل خاموشی کا "بورڈ" ہیں۔ آپ کو میانوالی کیوں ترک کرنا پڑا۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ جس کا پس منظر اپنے اندر ہزار داستانیں رکھتا ہے۔ ہم ان داستانوں کو ابھی زیر قلم نہیں لائیں گے۔" (روزنامہ ملت لائلپور ۷ جولائی ۶۴ء)

صدارتی انتخاب میں مودودی روش کارد عمل

"نیویارک ٹائمز" لکھتا ہے۔

○ "پاکستان کے لوگوں کے تئیں عورت گھر کی زینت ہوتی ہے اس کا مقام گھر کی چار دیواری ہے۔ اسے کھلے منہ باہر نہیں آنا چاہیے۔ اگر کسی وجہ سے عورت گھر کی چار دیواری سے باہر قدم رکھنے پر مجبور ہے تو اسے بے پردہ باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ لیکن یہی لوگ اب لاکھوں کی تعداد میں زندہ باد کے فلک شگاف نعروں میں ایک ایسی خاتون کا

استقبال کر رہے ہیں۔ جو پردہ نہیں کرتی۔ اور صدر مملکت بننے کی کوشش میں ووٹ حاصل کرنے کے لئے ملک کے طول و عرض کا دورہ کر رہی ہیں۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہوا۔ کہ ایک خاتون ایک اسلامی مملکت کی صدارت کے لئے بڑی سنجیدگی کے ساتھ انتخاب لڑ رہی ہے۔" (نوائے وقت ۲۴-۱۱-۶۴)

○ "یہ تسلیم شدہ حقیقت بن چکی ہے کہ اسلام نے عورت کو معاشرتی مساوات کا جو رتبہ عطا کیا ہے اور جس طرح باقی مذاہب عالم کی نسبت بہتر حقوق دیئے ہیں۔ اس کا عملی ثبوت مادر ملت کے صدارتی امیدوار کھڑا ہونے سے بین الاقوامی رائے عامہ کے سامنے پیش ہوا ہے۔ یہ بات اب بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ مادر ملت کے پاکستان کی صدارت کے انتخاب لڑنے کے اعلان سے بین الاقوامی سیاست میں پاکستان کے وقار میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ یورپ و امریکہ کے بر اعظم عورت کو معاشرتی مساوات دینے کے معاملہ میں بڑے بلند بانگ دعووں سے اہل ایشیاء کو نشانہ نفرت بنایا کرتے تھے۔ اسی لئے مادر ملت کے میدان سیاست میں آنے کے واقعہ کو انہوں نے بڑی شدید حیرت سے نوٹ کیا ہے۔ اگر خدا کرے مادر ملت پاکستان کی صدر منتخب ہو جائیں۔ تو یہ نہ صرف ایشیاء بلکہ دنیا کی تاریخ میں فقید المثال واقعہ ہوگا۔ (اس سے پیشتر سیلون میں مسز بندرا نائیکے عورت وزیر اعظم ہوئیں۔ لیکن وہ سربراہ مملکت نہ تھیں) اس واقعہ سے پاکستان میں عورت کو وہ مقام نصیب ہوگا۔ جس پر یورپ اور امریکہ کی عورتیں بھی رشک کریں۔ برطانیہ میں ملکہ (عورت) صرف شاہی خاندان سے سربراہ مملکت بن سکتی ہے۔ عوام الناس میں سے کوئی بھی عورت اس کا خواب نہیں دیکھ سکتی اور یہ واقعہ نہ صرف یورپ اور امریکہ کی عورت پر پاکستانی عورت کی برتری و فوقیت ثابت کرے گا۔ بلکہ اسلام کے اٹل اور لازوال اصولوں کی جامعیت اور فضیلت بھی دنیا میں روشن ہو جائے گی۔"

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

○ "ایشیاء اور افریقہ بہت پس ماندہ ہیں۔ مگر کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ خاندانی ملکاؤں سے قطع نظر آج تک یورپ اور امریکہ میں کسی عورت کو وزارت عظمیٰ پر فائز ہونے یا صدارتی امیدوار تک کھڑا ہونے کی توفیق نہ ہوئی۔ آج ساری دنیا کی نظریں پاکستان کے۔

صدارتی انتخاب پر لگی ہوئی ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مرد اور عورت کا یہ مقابلہ پس ماندہ ایشیا میں ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس قوم میں یہ مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس قوم کا مذہب اسلام ہے اور اسلام اپنی عورتوں کو پردے میں بند رکھتا ہے۔ اس لئے ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ یہ صدارتی مقابلہ اپنی سمجھ میں آتا ہی نہیں۔ ہم اتنے ترقی یافتہ ہیں اور ہماری عورتیں اسقدر آزاد بھی ہیں۔ مگر ایسی بات تو کبھی' آج تک ہمارے ملک میں بھی نہیں ہوئی چہ جائیکہ یہ ایشیا کے ایک سب سے زیادہ پابند پردہ مسلمان ملک میں ہو۔ لہٰذا یہ ایک واقعی تاریخی "معجزہ" ہے۔ یہ معجزہ اور زیادہ پر اسرار ہو جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ ایسی حیرت انگیز بات یورپ یا امریکہ میں نہیں ہو رہی ہے جہاں دراصل اس کے ہونے کی توقع کی جاسکتی تھی۔ بلکہ ی انقلاب انگیز کاروائی ایشیاء کے ایک ملک میں ہو رہی ہے وہ ملک مسلمانوں کا ہے۔ اور اس ملک کے مسلمانوں کو دنیا بھر کے مسلمانوں سے زیادہ شعائرِ اسلام کے محافظ و نگران ہونے پر ناز ہے" (نوائے وقت ۲۵۔۲۸ دسمبر ۱۹۶۴ء)

○ مرد کیلئے اس سے بڑا چیلنج اور کیا ہوگا کہ ایک عورت اس کی ہزار ہا ہزار سال پرانی سیادت کے جبہ و دستار کو پارہ پارہ کرنے پر تل جائے۔

ع "ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی"

(نوائے وقت ۶۴۔۱۲۔۱۸)

○ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد اور عورت برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیاسی اور تمدنی ذمہ داریوں میں مرد اور عورت دونوں کو برابر کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اسلام میں خوبی کا معیار جنس یا قبیلہ کے امتیازات نہیں۔ بلکہ کردار ہے۔ عورتیں مردوں کی ہمپایہ ہیں۔ ہر مسلمان مرد اور عورت تہذیب اور سیاست کے لحاظ سے نگران ہے۔"

(متحدہ حزب اختلاف مغربی پاکستان۔ نوائے وقت لاہور ۶۴۔۱۲۔۳۱)

کیا ملک و بیرونی ملک عورت کی صدارت کے موضوع پر مرد و زن کی مساوات کے متعلق یہ تاثرات اور اسلام و پاکستان کے ساتھ کھلا ہوا مذاق مودودی صاحب کی روش کا مرہون منت نہیں ہے؟ کیا مودودی صاحب نے ایک بے پردہ عورت کی حمایت کر کے اسے اپنا صدر و قائد منتخب فرما کر عورت کی آزادی و بے پردگی اور مرد و زن کی مساوات کا

دروازہ کھول کر پاکستانی عورت کو یورپ و امریکہ کی "میم" پر فوقیت نہیں دی؟ اور کیا "نوائے وقت" کے مذکورہ آخری مضمون میں متحدہ حزب اختلاف میں مودودی صاحب کی "جماعتِ اسلامی" شامل نہیں ہے؟ کیا مودودی صاحب اور ان کی نام نہاد جماعتِ اسلامی اب اس مضمون کے انکار و تکذیب کی جرأت کر سکتی ہے؟

عہدۂ صدارت سے منصب رسالت تک؟

"مس فاطمہ جناح کے صدارتی انتخاب میں حصہ لینے پر مودودی صاحب نے تو یہ کہا تھا کہ "اللہ تعالیٰ اس سے بہتر موقع اور کوئی عطا نہیں کر سکتا تھا" (نوائے وقت ۶۴-۱۰-۲۶)

اور ان کے رفیق خاص جنرل اعظم خاں صاحب نے لکشمی پور میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے یہ انکشاف فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے مادرِ ملت کو پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانے کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مس فاطمہ جناح کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا۔ اے بی بی فاطمہ! تم مقدس خاتون ہو۔ آگے بڑھو اور پاکستان کی اس طرح خدمت کرو۔ جس طرح تمہارے بھائی نے کی تھی" (نوائے وقت ۶۴-۱۱-۱۳)

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ

مودودی عقیدہ:	"قرآن حکیم نجات کیلئے نہیں بلکہ ہدایت کیلئے کافی ہے۔" (تفہیمات ص ۳۲۱)

مودودی صاحب سے استفسار

"اخباری اطلاعات کے مطابق جناب مودودی صاحب نے فرمایا ہے کہ مس جناح میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ وہ عورت ہے۔

میں محترمہ مس فاطمہ جناح جس "احترام" کی اہل ہیں" وہ قائم رکھتے ہوئے محض مذہبی ضرورت کے تحت مندرجہ ذیل استفسار کرتا ہوں۔

○ کیا نماز نہ پڑھنا کوئی عیب نہیں ہے۔ ○ کیا تصاویر اتروانا اور چھپوانا کوئی عیب نہیں۔ ○ کیا روزہ نہ رکھنا کوئی عیب نہیں ہے ○ کیا عورت کا "صدر مملکت" بننا کوئی عیب

نہیں۔ ٥ کیا عورت کا پردہ نہ کرنا کوئی عیب نہیں ہے۔ ٥ کیا عورت کا نامحرموں سے ہاتھ ملانا کوئی عیب نہیں ہے۔ ٥ کیا شیعہ ہونا کوئی عیب نہیں ٥ کیا عورت کا مردوں سے اونچا بیٹھنا اور ان کے آگے آگے چلنا کوئی عیب نہیں۔ ٥ کیا عورت کا تقریریں کرنا نعرے لگانا اور مردوں سے اختلاط رکھنا کوئی عیب نہیں ہے۔ ٥ کیا اقتدار اعلیٰ اور قانون سازی کا اختیار بجائے خدا تعالیٰ کے عوام کے لئے تسلیم کرنا کوئی عیب نہیں ہے۔ ٥ کیا خدائے برتر کے سوا کسی کو بے عیب کہنا جائز ہے۔ (ترجمان اسلام لاہور بحرف ۶۵۔۱۔۱۵)

مودودی عقیدہ :	"میں نہ مسلک اہلحدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں۔ اور نہ حنفیت کا یا شافعیت کا پابند ہوں۔ (رسائل و مسائل ص ۲۳۵)

غیر مقلدین کی تاریخی بدعت

غیر مقلدین وہابیوں کی مختصر سی پارٹی سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو معاذ اللہ مشرک و بدعتی گردانتی ہے۔ اور بات بات پر اہلسنت و جماعت کے مسلک و معمولات تقلید ائمہ۔ میلاد شریف۔ تقبیل ابہامین' اور عرس و گیارہویں شریف وغیرہ امور خیر کو بدعت و شرک قرار دیتی ہے۔ حالانکہ ان امور خیر کو بدعت و شرک قرار دینا محض زیادتی ہے کیونکہ ان سے شریعت پاک اور کتاب و سنت کا کوئی خلاف و انکار ہرگز لازم نہیں آتا۔ مگر حضرات غیر مقلدین جب تک انہیں شرک و بدعت نہ ٹھہرائیں۔ انہیں چین نہیں آتا۔ اور خود ان کا یہ حال ہے کہ پاکستان کے حالیہ صدارتی انتخاب میں مودودی کے نقش قدم پر چل کر انہوں نے دیدہ دانستہ شریعت پاک اور کتاب و سنت کا خلاف و انکار کرتے ہوئے مس فاطمہ جناح کی صدارت و قیادت کی تائید و حمایت کر کے علانیہ ایک بہت بڑی تاریخی بدعت کا ارتکاب کیا اور اس کے باوجود ان کے بزعم خویش۔ موحد و اہل حدیث ہونے میں کوئی فرق نہ آیا۔ اگر ان میں دیانت و حیا ہے۔ تو کیا اتنی بڑی تاریخی بدعت کے ارتکاب کے بعد اب یہ لوگ اہلسنت و جماعت پر ایسا اتہام لگا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اب انہیں اہلسنت و جماعت کو حسب سابق مشرک و بدعتی کہتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔

غیر مقلدین کی متعدد پارٹیوں میں سے روپڑی پارٹی اور غزنوی پارٹی بہت مشہور ہے۔ روپڑی کا ترجمان "تنظیم اہل حدیث" اور غزنوی پارٹی کا "الاعتصام" لاہور ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ اس معاملہ عورت کی صدارت و قیادت جیسی بدعت و برائی کے خلاف آواز اٹھانے کی بجائے دونوں ہی نے اپنے اپنے انداز میں صدارتی امیدوار مس فاطمہ جناح کی تائید و حمایت کی۔ حالانکہ ان ہی دنوں میں "تنظیم اہلحدیث" نے مس فاطمہ جناح کے انتخاب پر متحدہ حزب اختلاف پر تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"قومی جمہوری محاذ کے پاس صدارتی انتخاب کے لئے کوئی "رجل رشید" نہیں ہے۔ یا ازکم اس سلسلہ میں ان پر پریشان حد تک مایوسی طاری ہے۔ اور یہ کچھ اچھی فال نہیں ہے۔ دراصل یہ مایوسی ان غلط معیاروں اور ارادوں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہمارے نزدیک قوم اتنی بانجھ نہیں ہے۔ جتنا ان کی تلملاہٹ سے تأثر ملتا ہے۔

ہمارے نزدیک عورت کا اقتدار حضور کے ارشاد کی روشنی میں ملک و ملت کے لئے کوئی نیک فال نہیں۔ جنگ جمل کے موقع پر حضرت عائشہ کے محاذ نے ابو بکرہ نامی ایک جلیل القدر صحابی کو شرکت اور تعاون کے لئے دعوت دی۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔ کیونکہ انہیں حضور کا یہ ارشاد یاد تھا۔ "لن یفلح قوم ولوا امرھم امرۃ" (بخاری) ایسی قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ جنہوں نے ایک عورت کو اپنا اقتدار سپرد کر دیا۔ ائمہ احناف میں رد المختار کے مصنف نے سربراہ مملکت کیلئے مرد ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ (ص ۵۱۲) اس لئے بہتر یہ ہے کہ قومی جمہوری محاذ اگر صدارتی انتخاب ضرور ہی لڑنا چاہتی ہے۔ تو وہ اس کیلئے کسی بھلے مرد کا انتخاب کرے ورنہ اس قسم کے زنانہ سہاروں سے پرہیز ہی بہتر ہے۔"

(تنظیم اہل حدیث ۱۸ ستمبر ۶۴ء)

o اور اسی طرح ہفت روزہ "الاعتصام" نے لکھا تھا۔ کہ "قطعیت کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے ریاست اور معاشرہ کے تحفظ کی ذمہ داری اصلاً مرد کے سر ڈالی ہے۔ اور عورت کی جدوجہد کا رخ گھر کی طرف موڑ دیا ہے۔ وہ عورت کو قطعاً اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنا محور عمل (گھر) چھوڑ کر کسی دوسرے محور میں چلی جائے۔" (الاعتصام ۶۴-۱۰-۹)

بمگر یہ سب کچھ لکھنے کہنے سمجھنے اور جاننے کے باوجود نام نہاد اہلحدیث کے ان دونوں "ترجمانوں" نے اسلام و قرآن و حدیث کے صراحۃً خلاف عورت کی صدارت کے متعلق شرمناک کردار سر انجام دیا اور مودودی کی طرح اچانک قلابازی کھا کر بے حواسی اور ابن الوقتی و ضمیر فروشی کا افسوسناک مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ان کی اس روش کی بنا پر ان کے ہم مسلک ہفت روزہ "المنبر" لائلپور نے انہیں "اہلحدیث" کی بجائے "تارک حدیث" کا خطاب دیا۔ ان دونوں کے متعلق "المنبر" کا تبصرہ مختصراً درج ذیل ہے۔

المنبر اور الاعتصام و تنظیم اہلحدیث

○ "یہ مسئلہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے۔ یا نہیں؟ فی الواقع بڑا اہم ہے۔ اور پاکستان میں (اگر یہ اسلامی ریاست ہو تو) اس کو زیر بحث لانا بڑا ضروری ہے لیکن اس وقت اس مسئلہ کو چھیڑنا قطعی نامناسب اور موقع و محل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس ملک میں نہ اسلامی قوانین نافذ ہیں۔ اور نہ اس کو کبھی اسلامی مملکت بنانے کا خلوص نیت سے تہیہ کیا گیا ہے۔"

یہ رائے ہے اس اخبار (الاعتصام) کی جس کی پیشانی پر مسلک اہل حدیث کا داعی اور جماعت اہلحدیث کا ترجمان کا مستقل کتبہ آویزاں ہے۔ ان حضرات کا سب سے بڑا اعتراض "مقلدین" پر یہ ہے کہ یہ اپنے ائمہ کے اقوال کو حدیث کے بالمقابل بعض اوقات ترجیح دے کر "شرک فی الرسالت" کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اور اب اس جماعت کے سرکاری آرگن کا زوال و ادبار ملاحظہ ہو کہ یہ مسئلہ کی اہمیت کو تو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس وقت چھیڑنا قطعی طور پر نامناسب خیال کرتا ہے کہ ایسا کرنا موقع و محل کے خلاف ہے۔ گویا اب معیار اور محور موقع و محل ہے!

علاوہ ازیں چونکہ اس کے نزدیک ملک میں اسلامی قوانین نافذ نہیں ہے۔ اور کبھی بھی پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کا خلوص نیت سے تہیہ نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ بحث کہ عورت کو صدر مملکت بنانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ بحث قطعی طور پر نامناسب ہے۔ لیکن یہ حاملین نمائندگی مسلک اہلحدیث کیا فرمائیں گے۔ اگر کوئی شخص ان سے یہ کہے کہ چونکہ

پاکستان میں اسلامی قانون نافذ نہیں اس لئے چوری' زنا' ڈکیتی۔ خیانت' قمار بازی' شراب نوشی' سینما بینی' قحبہ گری' عریانی۔ اور شرک' بدعت۔ کسی بھی موضوع پر بحث "قطعی نامناسب" ہے۔ اور محل و موقع کے خلاف ہے کیا اس استدلال کا کوئی جواب یہ اپنے پاس رکھتے ہیں؟

خدا کے بندو! جادۂ حق چھوڑ کر کہاں بھٹک رہے ہو! آہ! دین کی غربت کہ یہ لوگ دین کے نمائندے ہیں۔ (المنبر لائلپور یکم جنوری ۶۵ء)

تنظیم اہلحدیث کی روپڑی پارٹی کے متعلق

o "لیجئے "سلفی" کہلانے والوں نے بھی فیصلہ صادر فرمادیا ہے کہ وہ مادرِ ملت ہی کو ووٹ دیں گے۔ بہت دنوں سے "جماعت اہلحدیث" کے نام سے اعلانات ہو رہے تھے۔ کہ اہلحدیث بی ڈیز کی راہ نمائی کے لئے فیصلہ ہونے والا ہے۔ اولاً "جماعت اہلحدیث" کے بڑے گروپ کے قائد و امیر مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اعلان فرمایا کہ اس اجتماع سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور دبی زبان سے "جمہوریت کی نشوونما" کرنے والوں کی حمایت پر جماعت کے بی ڈیز کو ابھارا' اس کے بعد یہ اجتماع ہوا اور دو تین اصحاب کی تقریریں اخبارات میں شائع ہوئیں جن سے یہ تاثر لیا جارہا تھا کہ یہ حضرات "ابو الملت" کی جانب متوجہ ہیں۔ مگر جن تین اصحاب پر مشتمل "بورڈ" نامزد کیا گیا۔ انہوں نے متفقہ طور پر طے کردیا ہے کہ وہ "مادرِ ملت" کے حق میں ہیں" عرض یہ کرنا ہے کہ اہل حدیث کا مفہوم تو اب تک یہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ جو ماحول کی ہر چیز کو نظر انداز کرتے ہوئے وہی بات کہے۔ جو کتاب و سنت میں بیان کیا گیا ہو اور اسی حکم پر عمل پیرا ہو۔ جو فلا و ربك لايؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم کے تحت سرور کونین ﷺ کی بارگاہ اقدس سے صادر ہو۔ اور ہر قسم کی مصلحت و ضرورت کا وہی حل تلاش اور قبول کرے جو کتاب و سنت میں بیان ہوا ہے۔ وہ اہلحدیث ہے۔ اگر آپ اس قسم کے "اہل حدیث" ہیں۔ جو آپ کے اسلاف تھے' تو حدیث رسول ﷺ کا فیصلہ یہ ہے۔ لن يفلح قوم ولوا امرهم امرءة— وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی۔ جو اپنے امور کی سربراہ عورت کو بناتی ہے۔" ان الفاظ میں

جو تاکید جو تحدی اور جو قطعیت ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں۔ اب دیکھئے۔ بات یوں ہوگی۔ کہ آپ (اہلحدیث) نے حزب اختلاف کے اس عقیدے پر ایمان کا اظہار کیا ہے۔ کہ موجودہ بربادیوں اور تباہیوں کا واحد علاج ہے۔ مس فاطمہ جناح کی صدارت اور خاتم النبیین ﷺ کا دو ٹوک اعلان ہے۔ "وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی۔ جس کی سربراہ عورت ہو" اب بتایئے کس کی بات صادق ہوگی۔ خدائے ذوالجلال نعوذ باللہ من ذالك اپنے رسول کی بات کی تکذیب فرمائیں گے۔ اور حزب اختلاف کی تصدیق؟ تعالی اللہ من ذالك علوا کبیراً۔ اب آپ ہی بتایئے کہ آپ (اہل حدیث حضرات) یہ فیصلہ کر کے اہل حدیث رہے یا تارکِ حدیث؟ (المنبر ۶۵۔۱۔۱)

ایک مراسلہ۔ اہلحدیث یا منکر حدیث

"آپ (مدیر المنبر) نے ذرا احتیاط سے کام لے کر (اہل حدیث کو) "تارک حدیث" کا خطاب دیا ہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو اس کیلئے شائد تارک کی بجائے منکر کا "رائج الوقت" لفظ لکھتا۔ حالانکہ اگر کوئی شخص کسی روایت کو ضعیف یا موضوع وغیرہ بنا کر قابل قبول کہتا ہے۔ تو وہ منکر نہیں۔ لیکن آپ کے مخاطب (اہل حدیث) حضرات نے تو کمال ہی کر دیا ہے۔ لن یفلح قوم الخ یا امورکم الی نساءکم الخ کو غلط یا ضعیف یا موضوع نہیں ثابت کرتے۔ بلکہ صحیح مانتے ہوئے اسے رد کر رہے ہیں سچ کہئے۔ منکرِ حدیث کون ہوا۔ اس سوال کا جواب مولانا اسمٰعیل صاحب گوجرانوالوی سے مانگئے۔ جنہوں نے ایک کے سوا تمام ندویوں کو منکرین حدیث میں۔ شمار کیا ہے۔"

اگلے پچھلے دعووں کا پول کھل گیا

"اس دفعہ کے (المنبر کے) نمبر کے عنوانات میں نیچے کی آخری سرخی اہلحدیث یا تارک حدیث پر نظر پڑتے ہی جماعت کے سربراہوں کے فیصلہ کا تصور ذہن میں آگیا۔ دل میں آیا کہ خدا کرے۔ ایسا آپریشن کیا ہو۔ کہ ان (اہل حدیث) لوگوں کے تمام اگلے پچھلے اتباع شریعت کے دعووں کا پول اچھی طرح کھل جائے۔ نہیں معلوم وہ (مرکزی

جماعت اہل حدیث لاہور) اب کیا جواب دیتے ہیں۔ مناسب تو ان کے لئے یہی ہے۔ کہ منہ چڑانے کی بجائے اپنے کیے پر نادم ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں۔ مگر میرا خیال ہے کہ آج کل وہ مولوی مولوی نہیں رہتا۔ جو اپنی غلطی معلوم ہونے پر خاموش رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ کیونکہ مولوی آں باشد کہ چُپ نشود۔ "ضرور تیخ پا ہوں گے۔" (یہ خط ایک مشہور جید عالم کا ہے۔ جو راسخ العقیدہ اہل حدیث ہیں)

(المنبر ۲۵۔ا۔۲۲)

مودودی عقیدہ:	"میرے نزدیک صاحب علم آدمی کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے" (رسائل و مسائل ص ۲۴۴)

صدارتی انتخاب میں دیوبندی کردار

عورت کی صدارت کے مسئلہ نے دیوبندی وہابی علماء کو بھی عجیب چکر میں ڈال دیا ہے اور ان میں سے متعدد نامور حضرات مفتی محمد شفیع وغیرہ نے کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف بلا دلیلِ شرعی محض اپنی رائے سے عورت کی صدارت کو جائز قرار دیا اور عملاً اس کی تائید کی۔ حتیٰ کہ خاص دیوبند سے بھی ایسے "فتاویٰ" موصول ہوئے۔ جن میں عورت کی سربراہی و صدارت کا جواز نکلتا تھا۔ دیوبندی "جمعیۃ العلماء اسلام" کے ارکان نے اگرچہ بظاہر اپنا موقف یہی قرار دیا۔ کہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کی رو سے عورت کو سربراہِ مملکت بنانا درست نہیں۔" لیکن انہوں نے بھی ایک مرحلہ پر فریقین (عورت کی صدارت کے حامیوں اور حکومتی پارٹی) کے سامنے مساوی طور پر شرائط پیش کر کے اپنے اس موقف کو مشکوک و مجروح کر دیا۔ چنانچہ اسی بناء پر روزنامہ "نوائے وقت" نے جمعیت کی شرائط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "جمعیۃ العلماء اسلام نے مادر ملت کو شرائط تعاون پیش کر کے بالواسطہ طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ان کی دانست میں عورت سربراہِ مملکت ہو سکتی ہے۔" (نوائے وقت ۶۴۔۱۲۔۱۸)

اسی طرح مودودی ترجمان ہفت روزہ "شہاب" نے بھی یہ تحریر کیا تھا۔ "ہمارے نزدیک یہ صبح کے بھولے کا شام کو لوٹ آنا نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک کارنامہ ہوگا۔ جس کے

لئے ہم اپنے دوستوں اور رفیقوں کی اس واپسی کا کھلے دل سے خیر مقدم کریں گے۔

(شہاب لاہور ۶۴۔۱۲۔۲۰)

الغرض اپنے اس اقدام کے باعث دیوبندی جمعیت بھی اصل شرعی موقف پر قائم نہیں رہ سکی۔ اس کے باوجود اگر جمعیت کا یہ بے معنی اصرار ہو کہ ہم اب بھی اپنے اصل موقف پر قائم ہیں۔ تو بھی دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے اس فتوی کی موجودگی میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ جس میں انہوں نے کہا ہے کہ سلطنتِ جمہوری عورت کی ہو سکتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

کیونکہ تھانوی صاحب کے مقابلہ میں جمعیۃ العلماء اسلام کے مولوی غلام غوث ہزاروی و "مفتی" محمود وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اسی لئے ہفت روزہ "شہاب نے اس سلسلہ میں یہ لکھا تھا۔ کہ "یہاں ایک اصولی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ان تیسرے درجے کے مولویوں کی بات کو تسلیم کریں یا ان کے جدِ اعلیٰ..... مولانا اشرف علی تھانوی کے اس فتویٰ کو تسلیم کریں۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ عورت جمہوری مملکت کی سربراہ ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ ہمیں تیسرے درجے کے مولویوں کو چھوڑ کر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے فتویٰ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور ان مولویوں کو بھی اپنے بزرگ کا یہ فتویٰ تسلیم کرنا چاہئے۔ سعادتمندی کا تقاضا یہی ہے۔" (شہاب ۶۴۔۱۱۔۸)

اس تفصیل سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورت کی عدم سربراہی کے مسئلہ میں دیوبندی علماء کا ذہن کس قدر پراگندہ ہے اور مودودی کی طرح ان کا دو رُخا کردار بھی کتنا کمزور و داغدار ہے۔

تعجب ہے کہ جو دیوبندی علماء اہلسنّت کے جائز و مستحسن معمولات کو بے ثبوت اور شرک و بدعت قرار دیتے نہیں تھکتے وہ کتاب و سنت اور اجماع امت کے واضح دلائل کی موجودگی میں عورت کی عدم سربراہی کے مسئلہ کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے اور نہ اس سلسلہ میں عملاً کوئی مضبوط موقف اختیار کر سکے ہیں۔ کیا ان لوگوں کا یہ علم و دیانت ہے۔ جس کے تحت یہ سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت کو تو بات بات پر مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں۔ اور جب عورت کی صدارت کی صورت میں ایک کھلی ہوئی "بدعت" و خلافِ اسلام بات ان کے سامنے آتی ہے۔ تو یہ تحقیقی طور پر کوئی فیصلہ ہی نہیں کر سکتے۔ زیادہ حیرت

نظام خانی پارٹی پر ہے۔ جس نے اس عظیم ترین "بدعت کے خلاف ایک لفظ تک کھول کر نہیں کہا۔ حالانکہ یہ پارٹی اہلسنت کے خلاف شرک و بدعت تقسیم کرنے میں ہمیشہ پیش پیش ہوتی ہے۔" ("رضائے مصطفیٰ" ۱۸ ر مضان المبارک ۱۴۰۸ھ)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی کی

"آیت قرآنی میں تضاد بیانی"

"رضائے مصطفیٰ" میں بخاری شریف کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک نہایت مشہور و صحیح حدیث شائع ہو چکی ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے۔ لَنْ یُفْلِحَ قوم ولوا امرھم امراۃ— "جس قوم نے اپنا معاملہ عورت کو سونپ دیا۔ وہ ہرگز فلاح نہیں پائے گی" اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد بھی بیان ہو چکا ہے۔ کہ "زن قابل ولایت و امارت نیست" یعنی عورت ملک کی سربراہی و قیادت کے قابل نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

یہ حدیث مع شرح اپنے مضمون میں بالکل واضح و صریح ہے۔ اور اس سے عورت کے ملک و قوم کا سربراہ بننے کی ممانعت و ناپسندیدگی اور اس کا سربراہی کے قابل نہ ہونا ظاہر ہے۔ مگر تعجب ہے کہ گذشتہ دنوں انتخابی مہم کے سلسلہ میں "امداد الفتاویٰ" کے حوالے سے اخبارات میں مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی دیوبندی کا ایک فتویٰ شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے ذاتی تصرف سے حدیث مذکور کے معنیٰ میں ترمیم کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سے مراد عورت کی شخصی حکومت ہے۔ جمہوری سلطنت نہیں۔ لہٰذا سلطنت جمہوری عورت کی ہو سکتی ہے۔" (نوائے وقت لاہور ۹۳-۱۰-۹ ملخصاً) حالانکہ اس سے قطع نظر کہ مروجہ شخصی و جمہوری اصطلاح کوئی اسلامی اصطلاح نہیں بلکہ اہل مغرب سے مستعار ہے۔ اور اسلام کا نظام اعتدال شخصی و جمہوری افراط و تفریط سے ممتاز و علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں شخصی و جمہوری کی کوئی قید و تخصیص نہیں۔ اور وہ عورت کی شخصی و جمہوری ہر قسم کی سلطنت کو عام ہے اور عورت جمہوری و شخصی کسی بھی نظام کی سربراہی کے قابل نہیں۔ تھانوی صاحب نے اپنی خیالی باتوں کے علاوہ اپنی تائید میں نہ کوئی مسلم و مستند حوالہ پیش کیا ہے اور نہ ہی جمہوریت کی تخصیص کے لئے کوئی دلیل

شرعی بیان کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ محض ان کی ذاتی رائے ہے۔ جو ہر گز قابل اعتناء نہیں ہو سکتی اور اگر اس چیز کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر ہر شخص کے لئے اپنی مرضی ورائے کے مطابق نصوص شرعیہ میں تخصیص و ترمیم کا دروازہ کھل جائے گا۔ بہر حال چونکہ عورت قابل ولایت و امارت نہیں۔ اس لئے وہ شخصی و جمہوری کسی بھی نظام کی سربراہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ تھانوی صاحب کی خود ساختہ رائے کے علاوہ اگر الفاظِ حدیث پر غور کیا جائے۔ تو وہ شخصی نظام کی طرح مروجہ جمہوری نظام پر بھی پوری طرح صادق آتی ہے۔ کیونکہ "ولوا" میں ساری قوم کی طرف "تولیت و سپردگی" کی نسبت ہے۔ اور قوم کا صدر ریاست کو منتخب کرنا اور اسے سربراہ بنا کر اپنا معاملہ اس کے سپرد کرنا "جمہوریت" نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا شخصی حکومت میں بھی "تولیت" اسی طرح قوم کے ہاتھ میں ہوتی ہے؟ اگر بقول تھانوی عورت شخصی حکومت کی سربراہ نہیں ہو سکتی۔ تو جمہوری سلطنت کی سربراہ بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں جمہوری سلطنت کا صدر اور حکمران و سربراہ محض ایک کھلونا اور مجبور محض نہیں ہوتا۔ بلکہ قوتِ نفاذ اسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ خصوصی و ہنگامی وسیع اختیارات کا حامل اور ملک کا نمایاں نشان ہوتا ہے۔ بیرونی دنیا کا براہِ راست اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ وہ ملک و قوم کا مرکز ہوتا ہے۔ اور قومی و ملکی معاملات کا سلسلہ اسی کی ذات پر ختم ہوتا ہے۔ حال ہی میں روزنامہ "نوائے وقت" میں سیاسی مبصر کے قلم سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ "خواہ امریکہ ہو یا فرانس یا پاکستان صدر وقت کے ہاتھ میں اتنی بے پناہ قوت اور اتنے عظیم وسائل ہوتے ہیں کہ ان کو انتخابات میں شکست دینا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔" (نوائے وقت ۶۴-۱۰-۱۵)

کیا تھانوی صاحب ہی کے "بیان القرآن" کے الفاظ کے مطابق "ضعیف الرائے ناقص العقل" صنف نازک اتنی بے پناہ قوت عظیم وسائل کی اہل و متحمل ہو سکتی ہے؟ اور کوئی دانشمند مسلمان اپنے ہادیٔ برحق ﷺ کے صریح ارشاد کے برخلاف عورت کو صدر ریاست اور سربراہِ مملکت منتخب کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

الغرض جمہوری سلطنت میں بھی چونکہ صدر ریاست و سربراہِ مملکت ہی حاکم اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس لئے (بشرائط شرعی) حاکم بہر حال مرد ہونا چاہیے۔ کیونکہ عورت کا مردوں

پر حاکم ہونا نص صریح کے خلاف ہے۔ خود تھانوی صاحب اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ (الآیہ) کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ "مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔" (پارہ ۵ سورہ نساء)

لہٰذا عورتوں کا مردوں پر حاکم ہونا قرآن پاک کے سراسر برعکس حکم و رضائے خداوندی کے بالکل خلاف اور احکام اسلام سے مذاق کے مترادف ہے۔ کیا حدیث مذکور کی طرح تھانوی صاحب اس آیت میں بھی ترمیم و تخصیص کر کے جمہوری سلطنت میں عورت کے مردوں پر حاکم ہونے کا فتویٰ دے سکتے ہیں؟ اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ پردہ امور سلطنت کی انجام دہی میں ایک رکاوٹ ہے۔ اور شرعاً عورت کے لئے پردہ لازم ہے۔ لہٰذا عورت کے صدر و سربراہِ مملکت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل: تھانوی صاحب نے عورت کی حکومت کے متعلق اس صاف و صریح حدیث سے بھی مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ جس میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ "المرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسؤلة عنهم" (یعنی عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر حکمران ہے۔ اور اسے اپنے خاوند کے گھر اور (بچوں کے متعلق پوچھا جائے گا)" اس حدیث میں عورت کے دائرہ کار کی صراحۃً تعیین فرمادی گئی ہے۔ اور اس کی حکومت کو ملک و قوم کی بجائے گھر کی چاردیواری میں محدود کردیا گیا ہے۔ لیکن تھانوی صاحب کی جسارت اور مغالطہ دہی ملاحظہ ہو کہ وہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ "راعیہ مثل لفظ راع..... مستعمل ہے۔ معنی حاکمہ میں اس حدیث سے قسم ثانی (عورت کا کسی مختصر جماعت کی منتظم بلا شرکت) مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔" اس عبارت میں تھانوی صاحب نے "مختصر جماعت کی منتظم بلاشرکت" کے الفاظ سے خواہ مخواہ مغالطہ دیا ہے۔ کیونکہ زن مرید ارباب غرض اسے نہایت غلط معنی پہنا سکتے ہیں۔ اگر تھانوی صاحب اس "مشتبہ" عبارت کی بجائے حدیث کے الفاظ کا سیدھا سادہ ترجمہ کردیتے تو بات خود بخود واضح ہوجاتی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقتی مصلحت و مفاد نے انہیں ترجمہ کی بجائے یہ گول مول عبارت لکھنے پر مجبور کیا ہے۔

تیسری دلیل: تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ "حضرت بلقیس کی سلطنت کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ اس سلطنت کا طرز عمل خواہ ضابطہ سے خواہ بلقیس کی عادت مستمرہ سے سلطنتِ جمہوری کا سا تھا۔ پس قرآن سے ظاہراً ثابت ہوگیا کہ سلطنتِ جمہوری عورت کی ہو سکتی

ناشر: انجمن حزب اللہ (رجسٹرڈ)

ہے۔" (نوائے وقت ۲۴۔۱۰۔۹ بحوالہ امداد الفتاویٰ جلد ۵ ص ۹۹)

یہ ہے دیوبندی حکیم الامت و مجدد ملت کی ان کے زعم میں سب سے بڑی اور وزنی دلیل۔ انہوں نے پہلی دونوں دلیلوں میں خواہ مخواہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر وہ اسی قرآنی دلیل پر دارومدار رکھتے تو بھی ان کیلئے کافی تھا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے عورت کی سلطنت ثابت کرنے کیلئے اپنی تائید میں کسی تفسیر و مفسر کا حوالہ پیش نہیں کیا اور حوالہ لاتے بھی کہاں سے۔ جبکہ اور کوئی تفسیر تو درکنار خود تھانوی صاحب کی اپنی تفسیر ان کی تغلیط و تردید کر رہی ہے۔

تضاد بیانی و دروغگوئی

سنیے "امداد الفتاویٰ" میں قصہ بلقیس سے عورت کی سلطنت ثابت فرمانے والے تھانوی صاحب اپنی مشہور تفسیر "بیان القرآن" میں اس قصہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

"ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے۔ پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے۔ اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو۔ تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں۔"

(بیان القرآن جلد ۲ ص ۴۵ ۔ مطبوعہ تاج کمپنی)

ذرا اس تضاد بیانی و دروغگوئی کو ملاحظہ کیجئے کہ وہی مقام اور وہی قصہ ہے۔ مگر "امداد الفتاویٰ" میں برسر اقتدار عورت کی سلطنت قرآن سے ثابت کی جارہی ہے۔ اور "بیان القرآن" میں اسی قصہ کے تحت ازالہ شبہ کرتے ہوئے عورت کی حکومت و بادشاہت کو ممنوع بتایا جارہا ہے۔ سچ ہے "دروغگو را حافظہ نباشد۔" تھانوی صاحب نے خواہ مخواہ احکام شریعت کے خلاف عورت کی سلطنت ثابت کرنے کے لئے دروغگوئی و غلط بیانی سے کام لیا اور خود ان کی تفسیر نے ان کی دروغگوئی کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوڑ دیا۔

(رضائے مصطفیٰ ۸۴۔۹۔۱۵)

تھانوی عقیدہ :	"بعض علوم غیبیہ میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۸) o تھانوی صاحب کے ایک مرید نے کہا کہ میں پہلے خواب اور پھر بیداری میں لاالہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا ہے۔ اس پر تھانوی صاحب نے تسلی دی کہ "جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔" (رسالہ الامداد تھانہ بھون صفر المظفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵)

مودودی کی وہابیت

وہابی اور مسلمان :

وہابی ایک مشہور بے ادب گستاخ جدید طائفہ ہے۔ اور آئمہ دین و علماء اعلام اہلسنت و جماعت اس شدید مخالف فرقہ کے ارکان و محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے متبعین کو "وہابی" فرماتے ہیں۔ مگر مودودی صاحب اس کے برعکس وہابیت کے ساتھ اپنی وفاداری و موافقت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "وہابیت سے بچنے کا اہتمام نہ کیجئے۔ لوگوں نے در حقیقت مسلمان کے لئے یہ دوسرا نام تجویز کیا ہے۔" (ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ۱۔۲)

o "ہمارے لٹریچر اور کام کو دیکھنے کے بعد جو شخص اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ یہ ابن عبدالوہاب نجدی کی تحریک ہے۔ یا آگے چل کر وہی کچھ بن جائے گی۔ تو وہ اپنی رائے کا مختار ہے۔ ہم کسی شخص کو رائے رکھنے کے اختیار سے محروم نہیں رکھ سکتے۔"

(ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء ص ۔ ۵)

مذکورہ گول مول عبارت میں مودودی صاحب نے مودودی جماعت کو وہابی تحریک قرار دینے والے کو جھٹلایا نہیں بلکہ اسے اپنی رائے کا مختار ٹھہرایا ہے۔ جس سے مودودی جماعت کا وہابی تحریک ہونا واضح و ظاہر ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اپنے خلاف اور بہت سی آرا کا مودودی صاحب نے پر زور رد کیا ہے۔ اور کسی کو اس طرح اپنی رائے کا مختار قرار نہیں دیا۔

تقویۃ الایمان :

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" وہابیانہ عقائد و شدید گستاخانہ عبارات کا مجموعہ ہے۔ لیکن مودودی صاحب نے انہیں مجددین کی فہرست میں شامل کیا

ہے۔ اور ان کی اس کتاب کی طرف بدیں الفاظ توجہ دلائی ہے۔ "شاہ اسمٰعیل شہید کی منصب امامت عبقات۔ تقویۃ الایمان اور دوسری تحریریں دیکھئے۔ الخ (تجدید واحیاء دین ص ۷۰)

دیوبندی عبارات :

علماء دیوبند کی مشہور توہین آمیز عبارات کو علماء عرب و عجم نے شان الوہیت و رسالت میں شدید گستاخی قرار دے کر انہیں کفر وضلالت سے تعبیر کیا ہے۔ مگر مودودی صاحب نے ان عبارات کی گرفت کی بجائے الٹا بریلوی علماء اہلسنت کو "فتوے باز و کافر ساز" قرار دیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مودودی صاحب ان کفریہ عبارات سے متفق اور ان کی تکفیر وان پر فتویٰ شرعی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ جب دیوبندی علماء نے مودودی صاحب پر فتوے لگائے تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا۔ "میں ان حضرات (علماء دیوبند) کے ساتھ بڑا حسن ظن رکھتا تھا۔ مگر اب ان کے یہ فتوے دیکھ کر تو میں ایسا محسوس کرتا ہوں۔ کہ بریلوی طبقہ کے فتوے باز و کافر ساز مولویوں سے ان کا مقام کچھ بھی اونچا نہیں۔" (رسائل و مسائل ج ۲ ص ۵۱۳)

مودودی کی چند گستاخیاں بیباکیاں

خدا کی چال : "ان سے کہو اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے"
(تفہیم القرآن پارہ نمبر ۱۱ رکوع ۸)

نبی اور شیطان :

"شیطان کی شرارتوں کا ایسا کامل سدباب کہ اسے کسی طرح گھس آنے کا موقع نہ ملے۔ انبیاء علیہم السلام بھی نہ کر سکے۔ تو ہم کیا چیز ہیں۔ کہ اس میں پوری طرح کامیاب ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔" (ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء ص ۵۷)

○ "ہر شخص خدا کا عبد ہے۔ مومن بھی اور کافر بھی۔ حتیٰ کہ جس طرح ایک نبی اس طرح شیطان رجیم بھی۔" (ترجمان القرآن جلد ۲۵ عدد ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴ ص ۶۵)

نبی اور معیار مومن :

"انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں۔ اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتا۔ کہ ہر

وقت اس بلند ترین معیار کمال پر قائم رہے۔ جو مومن کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ واشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔" (ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء ص ۳۴)

منکرات سے خاموشی :

"مکہ میں نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے منکرات (برائیوں) کا ارتکاب ہوتا تھا۔ مگر آپ ان کو مٹانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے خاموش رہتے تھے۔" (ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۵ء ص ۱۰)

ایلچی :

محمد ﷺ ہی وہ ایلچی ہیں۔ جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنا قانون بھیجا۔" (کلمہ طیبہ کا معنی ص ۹)

ان پڑھ چرواہا :

"یہ قانون جو ریگستان عرب کے ایک ان پڑھ چرواہے نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس میں بھی کہیں کوئی منطقی بے ربطی اور کسی تناقض کی جھلک پائی جاتی ہے ؟"

(پردہ ص ۱۵۰)

کامیابی کی وجہ :

نبی ﷺ کو عرب میں جو زبردست کامیابی ہوئی۔ اس کی وجہ یہی تو تھی۔ کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا تھا جس کے اندر مرکزی زبردست طاقت موجود تھی۔ اگر خدانخواستہ آپکو بودے کم ہمت ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے۔" (اخلاقی بنیادیں ص ۲۱)

محمدی مسلک :

""ہم اپنے مسلک اور نظام کو کسی شخص خاص کی طرف منسوب کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ مودودی تو درکنار ہم تو اس مسلک کو "محمدی" کہنے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں۔

(رسائل ومسائل ج ۲ ص ۳۳ ے)